سفرنامہ

حضرت فریدِ ملت
ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمۃ اللہ

ایران ❖ عراق ❖ ترکی ❖ شام

1966ء

فریدِ ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
تحریکِ منہاج القرآن

سفرنامہ

حضرت فریدِ ملّت

ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ

اِیران ❁ عراق ❁ ترکی ❁ شام

1966ء

فریدِ ملّت رِیسرچ انسٹی ٹیوٹ

تحریکِ منہاج القرآن

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

نام کتاب: سفر نامہ

تصنیف: حضرت فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ

پروف ریڈنگ:	حافظ عبد الرشید، حافظ زبیر علی
زیرِ اِہتمام:	فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ (FMRi)
مطبع:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعت نمبر 1:	فروری 1993ء [3,000 - پاکستان]
اِشاعت نمبر 2:	اپریل 2023ء [1,100 - پاکستان]
قیمت:	-/480 روپے

بسم الله الرحمن الرحيم

مولاي صل وسلم دائما أبدا

على حبيبك خير الخلق كلهم

محمد سيد الكونين والثقلين

والفريقين من عرب ومن عجم

اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

فہرست

☆ تذکرۂ فرید: حضرت فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادری کا مختصر تعارُف 19
1۔ علمی مقام و مرتبہ 20
(1) حضرت فریدِ ملّت کے شیوخ و اساتذہ 20
(2) علوم و فنون میں مہارت 21
(3) اَندازِ تدریس 22
(4) ذوقِ مطالعہ اور وسیع لائبریری 22
(5) علمی مجالس میں آپ کا مقام 22
(6) حضرت فرید ملّت سے اکابر علماء کا اَخذِ فیض 24
(7) قوتِ حافظہ اور عربی و فارسی زبانوں میں یکساں مہارت 24
(8) خطابت اور فنِ تقریر 24
(9) شعر و ادب اور نعتیہ شاعری میں مقام 25
2۔ فنِ طب کے عظیم محقّق 25
(1) منبع الطب کالج لکھنؤ سے ڈپلومہ 25
(2) تکمیل الطب کالج لکھنؤ 26
(3) کنگ جارج میڈیکل کالج سے طبِ جدید کی تعلیم 26
(4) نبض میں تخصّص 26

(5) فنِ نبض شناسی پر جامع مقالہ اور گولڈ میڈل کا حصول 27
(6) طبی تصنیفات 27
3۔ حضرت فریدِ ملّت: عصرِ حاضر کی اِحیائی تحریک کے داعیِ اوّل 28
(1) علمی کاوشیں 28
(2) عملی کاوشیں 28
(i) تحریک پاکستان میں عملی کردار 28
(ii) حکیم الامت علامہ محمد اِقبال سے ملاقاتیں......................... 29
(iii) آل انڈیا مسلم لیگ کے تاریخی اِجلاس میں شرکت............. 30
(iv) 1945ء/1946ء کے اِنتخابات میں اَن تھک جدّ و جہد......... 30
(v) تقسیمِ ہند کے دوران مہاجرین کے لیے خدمات 30
(vi) طلائی تمغہ کا اِعزاز 31
4۔ حضرت فریدِ ملّتؒ اور حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ 31
5۔ روحانی مقام و مجاہدات.......................................32
6۔ شخصی فضائل 33
(1) حیاداری..33
(2) صفائے قلب و باطن 34
(3) جود و سخا...34
(4) اِنسان دوستی 34

☆ مقدّمہ: سفر نامۂ فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادری (قرآن اور سنتِ اَنبیاء کی روشنی میں) 37
1۔ قرآن میں مذکور بعض اَسفارِ انبیاء علیہم السلام 39
(1) سفر نامۂ حضرت آدم علیہ السلام 39
(2) سفر نامۂ حضرت ادریس علیہ السلام 40
(3) سفر نامۂ حضرت نوح علیہ السلام 40
(4) سفر نامۂ حضرت اسماعیل علیہ السلام 42
(5) سفر نامۂ حضرت یوسف علیہ السلام 44
(6) سفر نامۂ حضرت یونس علیہ السلام 47
(7) سفر نامۂ حضرت موسیٰ علیہ السلام 49
(8) سفر اِسراء و معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم 51
2۔ سفر ناموں کی اَقسام اور تاریخ 54
(1) تاریخی و سیاحتی سفر نامہ 54
(2) زیارتی و روحانی سفر نامہ 54
ابن بطوطہ 55
اِبن خلدون 56
(3) دعوتی و تبلیغی سفر نامہ 56
(4) تنظیمی و تحریکی سفر نامہ 57
3۔ شہرہ آفاق سفر نامہ فریدِ ملّتؒ کی عالمی اَہمیت اور ایک اَلمیہ کا اِزالہ 58

(1) حضرت فریدِ ملّتؒ کا پہلا روحانی و وجدانی سفر 58
(2) حضرت فریدِ ملّتؒ کا دوسرا روحانی و وجدانی سفر 58
(3) حضرت فریدِ ملّتؒ کا تیسرا روحانی و وجدانی سفر 59
(4) حضرت فریدِ ملّتؒ کا چوتھا روحانی و وجدانی سفر 60
(5) حضرت فریدِ ملّتؒ کا پانچواں روحانی و وجدانی سفر 61
(6) حضرت فریدِ ملّتؒ کا چھٹا روحانی و وجدانی سفر 62
4۔ سفرنامہ حضرت فریدِ ملّتؒ کی فنی اہمیت 62
5۔ سفرنامہ حضرت فریدِ ملّتؒ کی روحانی اہمیت 65
☆ سفر نامہ حضرت فریدِ ملّتؒ 67
﴿31 اکتوبر بروز پیر﴾ 71
☆ ایران 71
1۔ زاہدان 71
﴿یکم نومبر بروز منگل﴾ 72
﴿3 نومبر بروز جمعرات﴾ 73
2۔ مشہد مقدس 73
3۔ نیشاپور 74
﴿5 نومبر بروز ہفتہ﴾ 76
4۔ شہرود 76

5۔ بسطام..76

6۔ خرقان..79

7۔ سمنان..79

8۔ تہران..80

9۔ شاہ زادہ عبد العظیم..80

﴿7 نومبر بروز پیر﴾..82

10۔ قُم..82

﴿8 نومبر بروز منگل﴾..84

11۔ اصفہان..84

(1) کاخ چہل ستون..84

(2) مسجد شاہ عباس..84

(3) مسجد غازی لطف اللہ..84

12۔ شیراز..85

﴿9 نومبر بروز بدھ﴾..86

(1) مزار حافظ شیرازی..86

(2) مزارِ شیخ سعدی..86

(3) مزار شیخ ابو عبداللہ خفیف..87

(4) شیخ روز بہان بقلی شیرازیؒ..88

(5) تختِ جمشید..89

﴿10 نومبر بروز جمعرات﴾ 90

13۔ گاذرون 90

شیخ ابو اسحاق ابراہیم گاذرونی 90

14۔ ابدان 92

﴿11 نومبر بروز جمعہ﴾ 93

☆ عراق 93

1۔بصرہ 93

(1) حرم زبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ 94

(2)مقبرہ امام حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ 94

(3)مزار حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ 95

(4) مزار حضرت طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ 96

﴿13 نومبر بروز اتوار﴾ 98

2۔ بغداد شریف 98

(1) حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ 98

(2) الاعظمیہ 100

(3) الکاظمیہ 101

(4) جامع امام ابو یوسفؒ 102

﴿14 نومبر بروز پیر﴾ 104

4۔ مقبرہ الغزالیؒ 104

5۔ مقبرہ شیخ عمر سہروردیؒ 104
6۔ شیخ ابو الحسن نوریؒ 105
7۔ شیخ بشر الحافیؒ 106
8۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ 106
9۔ شیخ معروف کرخیؒ 108
10۔ سیدہ زبیدہ خاتونؒ 109
11۔ شیخ شہاب الدین محمود الآلوسیؒ 110
12۔ شیخ حبیب الراعیؒ 110
13۔ مقامِ شیخ منصورؒ 110
14۔ حضرت داؤد الطائیؒ 110
15۔ شیخ سری سقطیؒ و جنید بغدادیؒ 111
16۔ حضرت یوشع بن نون 112
17۔ حضرت بہلول داناؒ 112
18۔ ڈیرہ بابا نانک 113
19۔ شیخ سمنون بن حمزہ البغدادیؒ 114
20۔ شیخ ابراہیم الخواصؒ 114
﴿15 نومبر بروز منگل﴾ 115
21۔ سلمان پاک 115

22۔ حضرت حذیفہ الیمانی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن جعفر
الانصاری رضی اللہ عنہ 115
23۔ طاقِ کسریٰ 116
24۔ شیخ محمد الفی قطبؒ 116
25۔ شیخ سراج الدینؒ 117
26۔ الجمعیۃ الباکستانیہ 117
﴿16 نومبر بروز بدھ﴾ 118
27۔ کربلاء معلیٰ 118
28۔ نجفِ اشرف 119
سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت اور ظہورِ مرقدِ انور 121
29۔ کوفہ 123
30۔ طوفانِ نوح کا تنور 123
31۔ مزار حضرت خدیجہ بنت علی 124
32۔ مزارِ حضرت ذو الکفل 124
33۔ حلہ: مقامِ حضرت ایوب 124
34۔ بابل 125
35۔ شیر کا مجسمہ 125
36۔ چاہِ بابل 126

﴿19 نومبر بروز ہفتہ﴾ 128

38۔ سامرہ 128

39۔ موصل 128

40۔ حضرت جرجیس 129

41۔ حضرت شیث 129

42۔ شیخ قضیب البان الموصلیؒ 130

43۔ شیخ ابو محمد فتح بن سعید موصلیؒ 130

﴿20 نومبر بروز اتوار﴾ 132

44۔ محطۃ الموصل 132

45۔ نصیبین (Nusaybin) 133

46۔ کرماش 133

﴿21 نومبر بروز پیر﴾ 134

☆ ترکی 134

1۔ استنبول 134

(1) جامع آیا صوفیہ 135

(2) جامع ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ 135

﴿22 نومبر بروز منگل﴾ 137

2۔ قونیہ 137

جامع الشمس 138
﴿23 نومبر بروز بدھ﴾ 140
3۔ انطاکیہ 141
﴿24 نومبر بروز جمعرات﴾ 142
☆ شام 142
1۔ حلب 142
(1) شیخ ابو بکر الوفائیؒ 142
﴿25 نومبر بروز جمعۃ المبارک﴾ 143
(2) جامع زکریا 143
(3) مقبرۃ الصالحین 143
(4) جامع الفردوس 144
(5) قلعہ الشہباء 144
(6) حماۃ 145
2۔ جبلہ (سلطان ابراہیم بن ادھمؒ) 145
﴿26 نومبر بروز ہفتہ﴾ 147
3۔ حمص 147
جامع خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ 147
4۔ دمشق 148
(1) جامع اُمویہ 150

(2)مقبرۂ حضرت یحییٰ 150
(3) مقامِ خضر 151
(4) مقامِ راس امام حسین 151
(5) مشرقی مینار 151
ابدال کی زیارت 152
﴿27 نومبر بروز اتوار﴾ 155
(6) سلطان صلاح الدین ایوبیؒ 155
(7) سلطان نور الدین زنگی شہیدؒ 155
(8) مقبرہ باب الصغیر 157
اہلِ بیت نبوی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ 157
تابعین و تبع تابعین 158
(9) حضرت امیر معاویہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ 160
(10) سیدنا معاذ بن جبل رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ 161
(11) سید القراء اُبی بن کعب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ 161
(12) سیدنا شرجیل بن عبد اللہ بن مطاع الکندی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، سیدہ خولہ بنت ازور 161
(13) سیدنا عثمان ثقفی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ 162
(14) شیخ ارسلان بن نجم یعقوب دمشقیؒ 162
(15) سیدہ زینب بنت علی عَلَيْهِمَا السَّلَامُ 163
﴿28 نومبر بروز پیر﴾ 164

(16) سیدنا ابوہریرہ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنهُ.............................164
(17) شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ 164
(18) شیخ سید عبدالغنی نابلسیؒ.............................165
(19) بابا محمد ایوب کردیؒ (مقام الاکراد الایّوبیہ).....................165
(20) مقامِ اربعین یا مغارۃ الدم 166
(21) المزّہ...166

تذکرۂ فرید

حضرت فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ

(مختصر تعارُف)

مُؤسّسِ اَوّل، محسنِ تحریک، حاملِ معارِف، صاحبِ اَسرار، عارفِ ربانی، حاملِ فراستِ رحمانی، فریدِ ملّت حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ 1918ء میں عُشاق و عُرفا کی دھرتی اور خطۂ مردم خیز جھنگ صَد رنگ میں پیدا ہوئے۔ اِبتدائی تعلیم جھنگ کے اِسلامیہ ہائی اسکول سے حاصل کی اور اس کے ساتھ ہی علومِ شرعیہ و شرقیہ (درسِ نظامی) کی بھی تکمیل کی۔

حضرت فریدِ ملّت کثیر الجہات، جامع الکمالات اور مجموعۂ صفات و حسنات شخصیت تھے۔ اس فردِ فرید کی شخصیت اَوصاف و خصائص کی کہکشاں، محامد و محاسن کی دھنک، خوبیوں کا مرقّع اور للٰہیت کا پیکر تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ ظاہری و باطنی اور صوری و معنوی حیثیت سے ایک بہت بڑے اِنسان، اِنابت و خشیت کے سانچے میں ڈھلے ولی اللہ، اپنے دور کے مسلّمہ عالم اور محقّق، جیّد محدّث، فقیہ، علم العقیدہ کے متخصص، جامع العلوم و کامل الفنون، مجتہد، بے بدل خطیب، نغز گو شاعر، ادیبِ لبیب، شفیق و خلیق، کشادہ دل، وسیع النظر اور اَعاظمِ رِجال میں سے تھے۔ ان کی شخصیت کے اِتنے گوشے اور جہات تھیں جس کا اِنسان کم ہی تصور کرسکتا ہے یا کم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اِتنی نعائم اور نوازشات سے بہرہ یاب کرتا ہے۔ ہر کہ و مہ جو اُن سے شرفِ ملاقات کرتا اور اُن کی فکری و نظری مجالس سے مستفید و مستفیض ہوتا، عربی شاعر کا یہ شعر اُس کے حافظے کے گُل کدے میں چٹکنے اور مچلنے لگتا:

لَيْسَ عَلَى اللهِ بِمُسْتَنْكَرٍ
أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

”یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں جس کا اِنکار کیا جائے کہ اللہ رب العزت پوری دنیا ایک ہی فرد میں جمع کردے۔“

1۔ علمی مقام و مرتبہ

حضرت فریدِ ملّتؒ ایک وسیع المطالعہ، راسخ العقیدہ اور فکری واضحیت کی حامل یگانۂ روزگار نابغہ عبقری شخصیت تھے۔ علوم و فنون میں آپ کی دِقّتِ نظری اور پختگی کا عالم یہ تھا کہ اُس عہد کے اَجل علماء کسبِ فیض کے لیے آپ کے درِ علم پر نیاز مندانہ حاضری دیتے۔

(1) حضرت فریدِ ملّت کے شیوخ و اساتذہ

حضرت فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادری نے علم الحدیث، علم التفسیر، علم الفقہ واصولہ، علم التصوف والمعرفۃ، علم اللغۃ والأدب، علم النحو والبلاغۃ اور دیگر کئی اِسلامی علوم و فنون اور منقولات و معقولات کا درس اور اَسانید و اِجازات مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بغداد، شام، لبنان، طرابلس، مغرب و شنقیط اور پاک و ہند کے ایسے جید شیوخ اور کبار علماء سے حاصل کیں جنہیں گزشتہ صدی میں اِسلامی علوم کا منبع اور سرچشمۂ معدن و مخزن اور سند و حجت تسلیم کیا جاتا تھا۔ وہ عدیم النظیر شیوخ و اساتذہ مستند و معتبر اَسانید کے ذریعے حضور نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ تک منسلک ہیں۔ آپ جن شیوخ و اساتذہ کے علمی فیضان سے مستفید ہوئے، ان میں سے چند ایک کے اَسماء گرامی یہ ہیں:

(1) محدّث الحرم الشیخ السید علوی بن عباس المالکی المکی۔

(2) الشیخ المعمّر حضرت ضیاء الدین احمد القادری المدنی۔

(3) الشیخ السید عبد المعبود الجیلانی المدنی۔

(4) الشیخ السید محمد الفاتح بن محمد المکی الکتانی۔

(5) امام عبد الباقی بن علی محمد الانصاری لکھنوی المدنی۔

(6) الشیخ عبد الهادی بن علی الانصاری المحدّث لکھنوی۔

(7) محدثِ اعظم علامہ محمد سردار احمد قادری۔

(8) الشیخ علامہ ابو البرکات سید احمد قادری۔

(9) شیخ الحدیث مولانا غلام فرید۔

(10) مولانا محمد یوسف سیالکوٹی۔

(11) مولانا عبد الحی فرنگی محلی۔

(12) مولانا بدر عالم میرٹھی۔

(13) مولانا عبد الشکور مہاجر مدنی۔

(14) حکیم عبد الوہاب نابینا انصاری۔

(15) شفاء الملک حکیم عبد الحلیم لکھنوی۔

(2) علوم و فنون میں مہارت

حضرت فریدِ ملّت نے عصری مقتضیات کے پیشِ نظر قدیم و جدید علوم و فنون پر کمال اور لائقِ رشک دسترس حاصل کی۔ آپ کو درج ذیل علوم و فنون پر مہارتِ تامّہ اور کامل ملکہ حاصل تھا:

(1) علوم القرآن۔ (2) علم التفسیر۔ (3) علوم الحدیث۔ (4) اُصول الحدیث۔ (5) علم الفقہ واصولہ۔ (6) علم التصوف والمعرفۃ۔ (7) علم الصرف۔ (8) علم النحو۔ (9) علم المعانی۔ (10) علم العروض۔ (11) عربی ادب۔ (12) فارسی ادب۔ (13) علم الطب (Medical Sciences)۔ (14) منطق و فلسفہ۔

آپ نے حصولِ علم و معرفت کے لیے جھنگ سے سیالکوٹ، لکھنؤ اور حیدر آباد دکن کے علاوہ بیرون ملک حرمین شریفین، عراق، شام، ترکی اور ایران کے سفر بھی کیے۔ آپ نے ایک سفرنامہ بھی تحریر کیا، جس میں ایران، عراق، ترکی اور شام کے سفر کی رُوداد بیان کی ہے۔

(3) اَندازِ تدریس

حضرت فریدِ ملّتؒ عملی زندگی میں شعبۂ طب سے وابستہ تھے، مگر آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ زندگی بھر بلا تعطل جاری رکھا۔ جہاں جاتے اپنے نظام الاوقات میں سے دو سے تین گھنٹے علوم و فنون کی تدریس و ترویج کے لیے وقف کرتے۔ اِرد گرد اور دور و نزدیک سے آنے والے تشنگانِ علم اکثر منتہی طلبہ ہوتے جو آپ سے علوم و فنون کی اُمہات الکتب کے اَسباق پڑھتے۔

(4) ذوقِ مطالعہ اور وسیع لائبریری

حضرت فریدِ ملّتؒ اپنے وقت کا کثیر حصہ صرفِ مطالعہ اور نذرِ کتب بینی کرتے۔ دورانِ مطالعہ جہاں کہیں اِعتقادی و فکری نکتہ ملتا اسے کتاب کی ابتداء میں نوٹ فرما لیتے۔ آپ ہر سفر میں نادر و نایاب اور نہایت مفید کتب خرید کر لاتے۔ آج وہ تمام علمی ذخیرہ آپ کے نام سے منسوب تحقیقی اِدارے ”فریدِ ملّتؒ ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ (FMRi)“ کی لائبریری کی زینت ہے۔

(5) علمی مجالس میں آپ کا مقام

حضرت فریدِ ملّتؒ کے علمی مقام کا اندازہ اِس اَمر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کا جن جن مقامات و اِجتماعات میں جانا ہوتا، آپ کا کلیدی خطاب بہ طور مہمانِ خصوصی مجلس کے آخر میں ہوتا۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی آپ کا خصوصی اِکرام فرماتے تھے۔ اُن کی زیرِ صدارت منعقدہ تقاریب و مجالس میں آپ ہی کا خطاب

باصواب خصوصی ہوتا۔ یہاں ہم ان اکابر مشائخ اور علماء کا تذکرہ کرتے ہیں جن کے ساتھ اکثر آپ کی علمی و فکری نشستیں رہتی تھیں:

(1) حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی۔

(2) حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی۔

(3) غزالیِ زماں حضرت سید اَحمد سعید کاظمی۔

(4) علامہ قطب الدین۔

(5) مولانا عبد الغفور ہزاروی۔

(6) صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ آلو مہار شریف۔

(7) مولانا محمد عمر اِچھروی۔

(8) مولانا عبد الرشید رضوی۔

(9) مولانا عبد الستار خان نیازی۔

(10) خواجہ فخر الدین سیالوی۔

(11) مولانا اَحمد بخش ضیائی۔

یہ اُس دور کے کوہ قامت اَکابر علماء تھے جن کے ساتھ حضرت فریدِ ملّت ہر وقت ہم مجلس رہتے۔ جب بھی ان میں سے کوئی ایک خطاب کے لیے جھنگ تشریف لاتا یا جھنگ کے گرد و نواح میں ان کا وُرُودِ مسعود ہوتا تو وہ منتظمین کے سامنے یہ شرط رکھتے کہ جھنگ میں قیام کے دوران ہماری رہائش کا اِنتظام حضرت فریدِ ملّت کے درِ دولت میں کروا دیں؛ تاکہ جھنگ میں بسر ہونے والی ایک دو راتیں اُن سے کسبِ فیض میں بسر ہوں، اِن غنیمت ساعتوں میں ان سے مذاکرۂ علم ہو اور ان کی صحبت و معیت اور مجلس میں گزرے لمحات بیش قیمت ہو جائیں۔ نیز اس بابرکت وقت میں مختلف کتب اور علوم کے عطر و عنبر سے مشامِ جان کو معطر کرنے کی سعادت سے فیض اندوز ہو سکیں۔

(6) حضرت فرید ملّت سے اکابر علماء کا اَخذِ فیض

بعد کے زمانے کے اکابر علماء اور بلند پایہ شخصیات بھی اکثر اَوقات حضرت فریدِ ملّت سے اَخذِ فیض کے لیے حاضر ہوتیں۔ مختلف علمی موضوعات پر طویل نشستیں ہوتیں اور مذاکرہ ہائے علم ہوتے تھے۔ مجاہدِ ختمِ نبوت مولانا عبد الستار خاں نیازی خصوصی وقت لے کر آپ کی زیارت، خدمت اور صحبت میں کچھ دن گزارنے کے لیے آئے اور حضرت فریدِ ملّت کے ہاں قیام کیا۔ انہوں نے آپ سے اِکتسابِ فیض کیا اور کچھ وظائف اور اجازات بھی لیں۔ اِسی طرح حضرت پیر کرم شاہ صاحب الازہری کا بھی آپ کے ساتھ بے پناہ فکری و نظری اور قلبی تعلق تھا۔

(7) قوتِ حافظہ اور عربی و فارسی زبانوں میں یکساں مہارت

حضرت فریدِ ملّت بے پناہ قوتِ حافظہ اور ذہانت و فطانت کے مالک تھے۔ دورانِ خطاب موضوع سے متعلقہ کتب کے حوالہ جات اور طویل عبارات صحت کے ساتھ بلا توقّف بیان فرماتے۔ آپ عربی و فارسی زبانوں کے قواعد سے واقف تھے اور ان زبانوں میں اَہلِ زبان کی طرح بڑی روانی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے۔ قادر الکلامی کا یہ عالم تھا کہ پنجاب یونی ورسٹی میں طب کے اِمتحان میں آپ نے نبض کے موضوع پر چالیس صفحات پر مشتمل مقالہ عربی میں سپردِ قلم و قرطاس کیا۔

(8) خطابت اور فنِ تقریر

حضرت فرید ملّتؒ جہاں بہترین مدرّس تھے وہاں ایک مؤثر القلوب اور ساحر البیان خطیب بھی تھے۔ آپ کی تقریر صرف دلائل و براہین سے مزین نہ ہوتی بلکہ موضوعِ زیرِ گفت گو پر وارِد اِشکالات و اِعتراضات کا ایسا شافی و مسکت جواب دیتے کہ سامعین قلبی و ذہنی سطح پر بشاشت اور طمانیّت محسوس کرتے۔

(9) شعر و ادب اور نعتیہ شاعری میں مقام

حضرت فریدِ ملّت ایک صاحبِ طرز ادیب اور قادر الکلام حاضر طبع شاعر بھی تھے۔ آپ طویل عرصہ لکھنؤ اور حیدر آباد دکن میں قیام پذیر رہے اور وہاں کی شعری و ادبی فضاؤں میں آپ کا شعری ذوق صیقل ہوتا رہا۔ آپ شاعری میں امیر مینائی کے بھتیجے شکیل مینائی سے اِصلاح لیتے تھے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ ”دیوانِ قادری“ کے نام سے ایک بیاض میں موجود تھا، لیکن شومئ قسمت کہ اس کا بیشتر حصہ زمانے کی دَسْت بُرد کی نذر ہوگیا۔ اس دیوان میں شامل ”سلام بہ حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم“ سے آپ کے بلند اور اَعلیٰ درجہ شعری ذوق اور بے پناہ اور بے کراں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اِظہار ہوتا ہے۔

مجھے تو اب کوئی آ کے پہلے سکونِ قلب و جگر بتا دے
کہ سازِ ہستی کی کشمکش تو رہے گی پیچھے بہ تا قیامت

2۔ فنِ طب کے عظیم محقّق

حضرت فریدِ ملّتؒ کو علم الطب (Medical Sciences) میں بھی کمال مہارت حاصل تھی، خصوصاً نبض شناسی میں انہیں محیّر العقول حد تک ملکہ حاصل تھا۔ آپ دینی اور طبی تعلیم کے حصول کے لیے سیالکوٹ کے معروف عالم دین اور حاذق طبیب مولانا محمد یوسف سیالکوٹی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اِکتساب علم و ہنر کیا۔ میٹرک کے بعد انہی کی ترغیب پر آپ لکھنؤ تشریف لے گئے۔

(1) منبع الطب کالج لکھنؤ سے ڈپلومہ

آپ نے لکھنؤ میں فرنگی محل جیسے معروف علمی مرکز میں داخلہ کے ساتھ ساتھ منبع الطب کالج میں بھی داخلہ لیا۔ یہاں آپ کو ڈاکٹر عبد العزیز لکھنوی (ایم آر اے ایس لندن)، پرنسپل منبع الطب کالج لکھنؤ مولانا حکیم محمد ہادی رضا لکھنوی اور مولانا حکیم

محمد حسین رضا لکھنوی جیسے اساتذہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ آپ نے 3 فروری 1934ء مطابق 21 شوال 1352ھ کو طب میں اِبتدائی ڈپلومہ حاصل کیا۔

(2) تکمیل الطب کالج لکھنؤ

آپ نے تکمیل الطب کالج لکھنؤ میں بھی داخلہ لیا۔ کالج کے پرنسپل شفاء الملک حکیم عبدالحلیم لکھنوی تھے، جو متحدہ ہندوستان کے دورِ اواخر کے بہت بلند پایہ حکماء و اَطبّاء حکیم محمد اجمل خان دہلوی اور حکیم نابینا اَنصاری کے ہم سَر تھے۔

(3) کنگ جارج میڈیکل کالج سے طبِ جدید کی تعلیم

لکھنؤ میں قیام کے دوران حضرت فرید ملّت کو طبِ قدیم اور طبِ جدید کے دو بڑے اِداروں سے بہ یک وقت اِکتسابِ علم کا زرّیں موقع میسر آیا۔ یہاں قائم طبیہ کالج اور کنگ جارج میڈیکل کالج کے ذہین و ذکی طلباء کو یہ سہولت اور اِجازت حاصل تھی کہ طبیہ کالج کے فہیم و فریس طلبا کنگ جارج میڈیکل کالج سے میڈیکل سائنس کے بعض مضامین کی کلاسز میں بیٹھتے اور میڈیکل کالج کے بعض طلبا طبیہ کالج کی بعض کلاسوں میں شامل ہوتے۔ چنانچہ آپ نے کنگ جارج میڈیکل کالج سے بھی میڈیکل کی ڈگری لی اور طبیہ کالج لکھنؤ سے طبِ یونانی میں تخصّص کیا۔ آپ نے فاضلِ طب و الجراح کی سند (Qualified Degree of Physician & Surgeon) اَوّل پوزیشن کے ساتھ حاصل کی۔

(4) نبض میں تخصُّص

مرض کی تشخیص کے سلسلے میں نبض شناسی کو دورِ قدیم سے ہی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حکیم عبد الحلیم لکھنوی نے نبض شناسی میں تخصّص کے لیے آپ کو اُس دور کے عظیم نباض حکیم عبد الوہاب المعروف حکیم نابینا اَنصاری کے پاس ایک خصوصی تعارفی خط کے ساتھ بھیجا۔ حکیم نابینا اَنصاری دہلی کے رہنے والے تھے اور نظام حیدر آباد دکن کے

ہاں افسر الاطباء (Medical Officer) کے عہدے پر فائز تھے۔ حضرت فرید ملّت حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچنے پر حکیم نابینا اَنصاری نے آپ کا انٹرویو اور ٹیسٹ لیا جس میں کامیابی کے بعد آپ کو اپنے مستفیدین کے خاص حلقہ میں شامل کر لیا۔ جب حکیم صاحب حیدر آباد دکن سے دہلی واپس آئے تو حضرت فرید ملّت بھی ان کے ہمراہ آگئے اور پورا ایک سال وہاں مقیم رہ کر نبض شناسی میں وہ تبحر حاصل کیا کہ اُن ایسا ماہر نباض ان کے معاصرین میں ڈھونڈے سے بھی نہ ملا۔

(5) فنِ نبض شناسی پر جامع مقالہ اور گولڈ میڈل کا حصول

حضرت فرید ملّتؒ جب لاہور تشریف لائے تو حمایتِ اسلام طبیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ یہاں سے زُبدۃ الحکماء کا اِمتحان اَوّل پوزیشن میں پاس کیا اور پنجاب یونی ورسٹی سے گولڈ میڈل حاصل کیا۔ مذکورہ امتحان میں آپ نے فنِ نبض شناسی پر چالیس صفحات پر مشتمل عربی زبان میں ایک مقالہ اِرتجالاً لکھا۔ اس مقالہ میں فنِ نبض شناسی پر جامع اور مبسوط بحث کی۔ ممتحن حضرات نے جب یہ مقالہ پڑھا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ تحسینی الفاظ میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے: ”اِس مقالہ کا بہ نظرِ تعمق ہمہ جہتی جائزہ لیتے ہوئے یہ یقین نہیں آتا کہ یہ کسی طالب علم کا مقالہ ہے یا اس فن کے کسی ماہر امام کی تصنیفِ لطیف“۔

(6) طبی تصنیفات

حضرت فرید ملّتؒ نے فنِ طب پر درج ذیل چار کتب تصنیف فرمائیں:

(1) شفاء الناس (زمانہ طالب علمی کے فوراً بعد لکھی)۔ (2) بیاض فریدی۔ (3) زُبدۃ المجربات۔ (4) تفرید الفرید۔

3۔ حضرت فریدِ ملّت: عصرِ حاضر کی اِحیائی تحریک کے داعیِ اَوّل

حضرت فریدِ ملّتؒ کے دل میں تجدیدِ دین اور اِحیاءِ اِسلام کی تڑپ بہ درجہ اَتم موجود تھی۔ آپ کو ہر وقت اُمتِ مسلمہ کے عروج و اقبال کی فکر دامن گیر رہتی اور اس کے لیے ہر سطح پر کوشاں رہتے۔

(1) علمی کاوشیں

دریں چہ شک اُمتِ مسلمہ کے دورِ زوال کا آغاز تعلیمی اِنحطاط سے ہوا۔ حضرت فریدِ ملّتؒ کو اس امر کا شدت سے اِحساس تھا، اس لیے آپ نے تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ آپ تحقیق و تصنیف کے فن میں طاق اور ماہر تھے۔ اِس فن سے شیفتگی، لگن اور والہیت کا جذبہ آپ نے اپنے بلند اِقبال صاحبزادے کو بھی اپنی نگاہِ فیض رساں سے ودیعت کیا۔

(2) عملی کاوشیں

اِحیاءِ اِسلام کے لیے آپ کی کاوِشیں صرف علمی و تحقیقی میدان تک ہی محدود نہ تھیں، بلکہ آپ نے عملی میدان میں بھی نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ آپ سیاسی و مذہبی ہر دو محاذوں پر فعال و متحرک رہے۔ آپ بہ کثرت علماء و مشائخ سے رابطہ میں رہتے۔ اسی ضمن میں آپ نے دو مرتبہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ کی خدمت میں حاضری دی۔

(i) تحریکِ پاکستان میں عملی کردار

حضرت فریدِ ملّت نے بانیِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت میں قیامِ پاکستان کی تاریخ ساز جد و جہد میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ زمانۂ طالب علمی میں تحریکِ قیامِ پاکستان کے لیے سرگرمِ تگ و تاز رہے اور قیامِ پاکستان کی حامی طلبا تنظیموں

کے پروگراموں میں بھی جوش و جذبہ سے حصہ لیتے رہے۔ آپ نے حیدر آباد دکن اور لکھنو میں قیام کے دوران آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کی آزادی کے لیے کی جانے والی کاوشوں میں عملی طورپر مثالی اور مابہ الامتیاز کردار ادا کیا۔

لکھنو میں قیام کے دوران زمانہ طالب علمی میں آپ ایک student leader کے طور پر اُبھرے۔ اُس زمانے میں آزادیِ ہند کی فکر زور پکڑ رہی اور تحریکِ پاکستان کی سوچ بال و پر حاصل کر رہی تھی۔ اس کا آغاز لکھنو سے ہوا تھا کیوں کہ 1910ء سے لے کر 1936ء تک آل اِنڈیا مسلم لیگ کا مرکزی دفتر لکھنو میں رہا اور اِس کے تمام مصارِف کی نگرانی اور اِنتظامی ذمہ داریاں فرنگی محل لکھنو کے ایک عظیم عالم دین مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے پاس تھیں۔ اُن کی مدد کرنے والے راجہ صاحب محمود آباد اور دیگر چند لوگ تھے۔ فرنگی محل کے علماء کا اِس سلسلے میں بڑا تعاون تھا۔ چوں کہ دس سال تک حضرت فریدِ ملّت کے تمام تعلیمی مرحلے وہاں طے پائے، لہٰذا وہ اُس دفتر سے منسلک تھے۔ یہاں فکر کا چشمہ پھوٹ رہا تھا اور آپ اُس سے فیض یاب و سیراب ہو رہے تھے۔ یوں اُنہوں نے آزادی کی تحریک میں ایک نوجوان راہ نُما کے طور پر مثالی، نمایاں اور قابلِ تقلید خدمات انجام دیں اور قابلِ ذکر معرکے سَر کیے۔

(ii) حکیم الامت علامہ محمد اِقبال سے ملاقاتیں

قیامِ لکھنو کے دوران حضرت فریدِ ملّت کے لیے ایک نوجوان لیڈر کی حیثیت سے بلند پایہ شخصیات سے قریبی تعلق اور ذاتی مراسم قائم کرنے کے مواقع اَرزاں ہوئے۔ آپ لکھنو سے حکیم الامت علامہ محمد اِقبال سے ملاقات کے لیے لاہور تشریف لاتے۔ اگر علامہ اقبال کا لکھنؤ جانا ہوتا تو آپ علامہ اِقبال سے ملاقاتیں کرتے۔ بعد ازاں 1937ء میں جب حکیم الامت شدید علیل تھے اور بہ وجہِ ضعف و نقاہت ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ مسدود ہوچکا تھا، اُن دِنوں بھی حضرت فریدِ ملّت نے ان سے ملاقات

کی۔ حکیم الامت نے ان کی اِرادت و عقیدت اور ذوق و اِشتیاق کے پیشِ نظر علالتِ طبع کے باوجود ملاقات سے انکار نہیں کیا بلکہ حضرت فریدِ ملّت کو ڈیڑھ گھنٹے طویل ملاقات کا شرف عطا کیا۔

(iii) آل انڈیا مسلم لیگ کے تاریخی اِجلاس میں شرکت

حضرت فریدِ ملّت نے اپنے دیرینہ دوست ڈاکٹر اِحسان صابری قریشی کے ہمراہ 23 مارچ 1940ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے منٹو پارک لاہور میں منعقدہ تاریخی اجلاس میں شرکت کی۔ آپ اس سہ روزہ اِجلاس میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر لکھنؤ سے تشریف لائے۔ آپ تینوں دن جلسہ کی اَوّلین صف میں موجود رہے۔

(iv) 1945ء/1946ء کے اِنتخابات میں اَن تھک جدّ و جہد

حضرت فریدِ ملّت مستقل مزاجی اور تسلسل سے تحریکِ پاکستان میں متحرّک اور مصروفِ عمل رہے۔ آپ نے 1945ء/1946ء کے عام اِنتخابات میں آل انڈیا مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے بھرپور تگ و دَو کی، جن کے نتیجے میں مسلم اکثریتی علاقے اور ریاستیں پاکستان کا حصہ بن گئیں اور اِس طرح ایک خطِ تقسیم منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا اور مملکتِ پاکستان معرضِ وجود میں آئی۔ اُن انتخابات میں مسلمانوں کو دو قومی نظریے پر motivate کرنے میں، مسلمانوں کے لیے الگ خطۂ سلطنت اور مملکت کے حصول کی جد و جہد میں انہوں نے قائدانہ کردار (leading role) ادا کیا۔

(v) تقسیمِ ہند کے دوران مہاجرین کے لیے خدمات

14 اگست 1947ء کو جب آزادیِ پاکستان کا اعلان ہوا تو برصغیر کے کونے کونے سے مسلمانوں نے کثیر تعداد میں پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ اِن درد ناک حالات میں حضرت فریدِ ملّت دوسرے مسلمان رضا کاروں کے ساتھ مل کر مہاجرین کی مدد کے لیے میدانِ عمل میں اُترے۔ آپ اُن طبی ماہرین میں شامل تھے جو شبانہ روز مہاجرین کا علاج معالجہ مستعدی، یکسوئی اور دِل جمعی سے کرتے رہے۔

(vi) طلائی تمغہ کا اِعزاز

تحریکِ پاکستان اور تعمیرِ پاکستان کی اِنہی فقید المثال خدمات کے اِعتراف میں نظریہ پاکستان ٹرسٹ نے ریاست پاکستان کی جانب سے حضرت فریدِ ملّتؒ کے وِصال کے 48 سال بعد 3 فروری 2021ء کو اُنہیں گولڈ میڈل اور تعریفی سرٹیفکیٹ دیا۔

4۔ حضرت فریدِ ملّتؒ اور حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ

ملتِ بیضا کی زبوں حالی دیکھ کر حضرت فریدِ ملّت کا دل مسلسل خون کے آنسو روتا۔ اِسی لیے جب آپ کو پہلی بار 1948ء میں حرمِ کعبہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے نہایت درد و سوز اور رِقت و لجاجت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی: ”باری تعالیٰ! مجھے ایسا فرزند عطا کر جو تیری اور تیرے دین کی معرفت کا حامل ہو، جو دنیا و آخرت میں تیری بے پناہ عطاء و رضا کا حق دار ٹھہرے اور فیضانِ رسالت مآب صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ سے بہرہ وَر ہوکر دنیاے اِسلام میں ایسے علمی و فکری اور اَخلاقی و روحانی اِنقلاب کے داعی کی حیثیت سے نام اور مقام بنائے، جس سے ایک عالم فیض یاب ہو۔“ اس کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچے تو اس دعا کا جواب حضور صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ نے عطا فرما دیا: ”فرید الدین! تمہیں طاہر کی بشارت دیتے ہیں۔ جب وہ سِن شعور کو پہنچے تو ہمارے پاس لے آنا تاکہ ہم اپنا حصہ اُسے عطا کریں۔“

آپ کی مستجاب دعا کے نتیجے میں 19 فروری 1951ء مطابق 12 جُمادیٰ الاُولیٰ 1371ھ بروز پیر آپ کے ہاں ایسا بیٹا پیدا ہوا جو آج نابغۂ عصر مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی صورت میں عالمی اُفق پر تجدید و اِحیاءِ دین اور اِسلامی اَقدار کی بحالی کے آفتابِ لاجواب کی حیثیت سے مصروفِ ضوپاشی ہے۔

حضرت فریدِ ملّت نے اُلوہی اَسرار و معارف اور اپنے باطنی جذب وکَیف اور سوز

و درد کو آگے منتقل کرنے کے لیے اپنے فرزندِ اَرجمند کو بچپن ہی سے گوناگوں تربیتی مراحل سے گزارا۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے عشق و محبت، دین اسلام کی لگن اور روحانی اعمال کے ساتھ قلبی لگاؤ بچپن ہی سے ان کے شعور و خمیر میں راسخ کردیا۔ اِجتہادی بصیرت اور دینی فراست کی نشو و نما کے لیے ان کی دینی اور عصری تعلیم پر خصوصی توجہ دی تاکہ وہ نہ صرف مستقبل میں پیش آمدہ چیلنجز سے عہدہ برآ ہوسکیں بلکہ عقلی و نقلی دلائل سے اسلام کی حقانیت و فوقیت کے علم بردار اور پرچم کُشا بھی بن سکیں۔

حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت فرید ملتؒ نے خود اُن سے فرمایا: ”پوری زندگی میں نے اللہ سے ایک بار بھی کوئی دُنیوی شے طلب نہیں کی، بہ جُز ایک بار۔“ حضور شیخ الاسلام نے عرض کیا: ”ایک بار کیا طلب کیا تھا؟“ جواب دیا: ”آپ کو طلب کیا تھا۔“

5۔ روحانی مقام و مجاہدات

حضرت فریدِ ملّت کی حیات مجاہدات و ریاضات اور اِستقامت و مداومت سے عبارت تھی۔ رات کے پچھلے پہر رضاءِ اِلٰہی کے حصول کے لیے نالہ و فغاں اور گریہ و زاری زندگی بھر کا معمول رہا۔ درود پاک کا باقاعدگی سے وِرد کرنا اور قصیدہ بردہ شریف کے مکمل 160 اَشعار ہر رات تہجد کے بعد مدینہ شریف کی طرف منہ کر کے پڑھنا آپ کا جوانی سے ہی معمول تھا۔ عُمر بھر آپ کی ایک تہجد بھی قضا نہیں ہوئی۔

حضرت فریدِ ملّت کا توکل اور یقین کمال درجے کا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین اور کامل توکل اور اُس کی ذات کے ہر اَمر کے ساتھ تفویض اور رضا بے پناہ تھی۔ اِس کے ساتھ پھر صبر و شکر بھی کمال کا تھا۔ حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں کبھی اُنہیں مضطرب، بے چین اور بے تاب نہیں دیکھا کہ کوئی بڑا معاملہ درپیش ہے، اُس کے لیے وسائل نہیں ہیں، اس کے باوجود ان کے علوِ توکل اور معراجِ

یقیں کا یہ عالَم ہوتا کہ پہاڑ جتنا مسئلہ بھی ہوتا تو فرماتے: ”اِن شاء اللہ العزیز! جلد حل ہوجائے گا، پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔“

حضور فرید ملتؒ کا عشقِ رسول اور نسبتِ رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ کی پختگی کا جو عالم تھا ایسی کیفیت کم لوگوں کو زندگی میں نصیب ہوتی ہے۔ نسبتِ محمدی میں پختگی کمال درجے کی تھی۔ بلاشبہ اُن کا شمار آقا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ کی بارگاہ کی حضوری والے خوش طالع اور خوش بخت اَولیاء و صالحین میں ہوتا ہے۔ جب کبھی رجوع فرماتے تو کریم آقا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ کی حضوری نصیب ہوتی۔

اِسی طرح نسبتِ غوثیہ سے پختگی کمال درجہ پر تھی۔ ہر رات بلا ناغہ تہجد کے بعد اَوراد و وظائف میں قصیدہ بردہ شریف کے ساتھ دیگر اَذکار کے علاوہ قصیدہ غوثیہ اور حزب البحر بھی پڑھتے۔ نصف شب کے بعد بیدار ہو جاتے اور گھنٹوں مصلیٰ پہ رہتے۔ اِنتہائی خشوع و خضوع سے طویل قیام اور رُکوع و سجود کرتے۔ حالتِ نماز میں روتے روتے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی اور ہچکی بندھ جاتی۔ اِسی طرح دیگر اَولیاء کرام سے بہت گہرا روحانی تعلق اور پختہ ربط تھا۔ آپ اُن سے اِکتسابِ فیض کرتے اور ہر وقت اُن سے اِرتباط و اِتصال رہتا۔

6۔ شخصی فضائل

حضرت فریدِ ملّت کی خلوت بھی پاک تھی اور جلوت بھی، ان کی خلوت و جلوت کی کیفیات ہمیشہ یکساں رہتیں۔ اُن کا لباس صاف ستھرا اور عادات غایت درجہ پاکیزہ و مطہر اور مصفیٰ تھیں۔ معمولات پاک تھے۔ حسنِ اَخلاق کا ثمر اور اِعجاز تھا کہ طبیعت میں پاکیزگی اور عاجزی و اِنکساری یوں کوٹ کوٹ کر بھری تھی جیسے کستوری میں خوشبو۔

(1) حیاداری

حضرت فریدِ ملّت نے عمر بھر کسی عالم، محقق یا شیخِ طریقت کے بارے میں کبھی

ایسا جملہ لب ہائے مبارک سے ادا نہیں کیا جس میں اُن پر تنقیص اور تنقید کا کوئی بالواسطہ پہلو بھی نکلتا ہو۔ تمام عمر کبھی کسی چھوٹے بڑے کی تنقیص کی نہ تنقید، نہ کسی کی کمزوری بیان کی اور نہ اپنی مجلس میں کسی کو کسی کی کمزوری بیان کرنے کی اِجازت دی۔ یہ حیا داری تھی۔ اُن کی زبان کی طہارت اور تحفظِ سمع و بصر کا یہ عالم تھا۔

(2) صفائے قلب و باطن

حضرت فریدِ ملّت کبھی کسی کے لیے تنگ دل نہیں تھے۔ اُن کے قلب کا آبگینہ سوئے ظن یا حسد کے تکدر سے یکسر پاک تھا، اُن کا قلبِ صافی کبر و عُجب سے منزہ تھا۔ طبیعت بھی بھرپور متواضع تھی۔ وہ سراپا عجز و اِنکسار اور حد درجہ ملنسار تھے۔ صوفیاے با صفا اور اولیاے با خدا کے یہی خصائص و اَوصاف، علامات و اَقدار اور محاسن و خصائل ہوتے ہیں۔

(3) جود و سخا

حضرت فریدِ ملّت کی طبیعت میں کمال درجے کی فیاضی اور سخاوت تھی۔ اِنفاق فی سبیل اللہ، صلہ رحمی، غرباء، یتامیٰ، بیوگان اور خاص طور پر سادات گھرانوں کا بہت خیال رکھتے۔ جھنگ میں پندرہ بیس حاجت مند گھرانوں کی ماہانہ کفالت کرتے۔ حضور شیخ الاسلام بچپن میں راتوں کے اندھیروں میں خود جاتے، دروازے پر دستک دیتے اور محروم الوسائل گھرانوں تک اَشیاے ضروریہ اور اَشیاے خور و نوش پہنچاتے تھے۔

(4) اِنسان دوستی

حضرت فریدِ ملّت ہر انسان کے ساتھ شفقت، ہمدردی، معاونت، راہ نُمائی اور خیر خواہی کا جذبہ رکھتے تھے۔ یہ بات بلا مبالغہ و بلااِشتباہ کہی جاسکتی ہے کہ آپ نے پوری زندگی میں کبھی کسی کا بُرا نہیں سوچا۔ حکیم الامت علامہ محمد اِقبال کے اِن اَشعار کا حقیقی مِصداق اور جیتی جاگتی تصویر تھے:

نہ تخت و تاج میں نَے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے
مرے کدو کو غنیمت سمجھ کہ بادۂ ناب
نہ مدرسے میں ہے باقی نہ خانقاہ میں ہے

علم و عمل کا یہ درخشندہ آفتاب حضرت فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادری 2 نومبر 1974ء مطابق 16 شوال 1394ھ بروز ہفتہ صبح پونے 8 بجے اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون۔)(1)

خادمِ فریدِ ملّتؒ

(محمد فاروق رانا)

ڈائریکٹر FMRi

---

(1) حضرت فریدِ ملّتؒ ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کی حیات کے مختلف گوشوں کے تفصیلی تعارف کے لیے کتاب ''تذکرۂ فریدِ ملّتؒ (مجموعۂ مضامین)'' مرتّبہ اَز علامہ محمد عمر حیات الحسینی کا مطالعہ فرمائیں۔ نیز ''ماہنامہ منہاج القرآن'' اور ''ماہ نامہ دُخترانِ اِسلام'' کے ماہِ شوال میں شائع ہونے والے شمارہ جات اور حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کے خطابات کی طرف رجوع کیا جائے۔

مقدّمہ

سفر نامۂ فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادری رَحِمَهُ اللّٰهُ

(قرآن اور سنتِ اَنبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کی روشنی میں)

حضرت فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ کے والد عظیم المرتبت، اتالیق اور شیخِ اوّل تھے۔ حضرت فریدِ ملّتؒ نے اس علمی اَلماس کو اپنے ہاتھوں سے تراشا اور سنوارا۔

حضرت فریدِ ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کے شہرۂ آفاق ''سفر نامہ'' کو درحقیقت ''سیاحت نامہ'' کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ سفر نامہ حقیقتاً سفری حالات پر مشتمل ایک کتاب کو کہتے ہیں، جسے سیاح/زائر اپنی طبعی آگہی، فہم و فراست اور ذاتی دلچسپی کے تحت صفحہ قرطاس پر منتقل کرتا ہے۔ یوں تو سفر ناموں کی تاریخ بہت پرانی اور عین اسلامی روایات کی آئینہ دار ہے۔ آگے چل کر چند مشہور قابل ذکر سفرناموں کا بھی اجمالاً ذکر ہو گا، تاہم دو لفظی ادبی اِصطلاح ''سفرنامہ'' کے معنی و مفہوم کی طرف لوٹتے ہیں۔

بحری، برّی یا ہوائی ذرائعِ آمد و رفت سے طے کی گئی مسافت کو سفر کہتے ہیں اور دورانِ سفر سیاح (زائر) تن بیتی سفری تفصیلات جب صفحات قرطاس پر خاص عُمق اور باریک بینی سے سفر نامہ کے صحیح آداب کے ساتھ یکجا کرتا ہے تو اس کتاب سفر اور کتابِ سیاحت کو ''سفر نامہ'' یا ''سیاحت نامہ'' کہا جاتا ہے۔

حضرت فریدِملّت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ نے قرونِ اُولیٰ اور قرونِ وسطیٰ میں اولیاء کرام اور صالحینِ عظام کے طریق پر تقریباً چھ مختلف اَدوار میں علمی و روحانی اور زیارتی اَسفار کیے ہیں کیونکہ اولیاء کرام اور صلحاء عظام اس طریق پر منازِل سلوک طے

کرنے کے لیے شرق تا غرب لامحدود علمی و روحانی اور زیارتی اَسفار اِختیار فرماتے تھے۔آپ نے طویل مسافتیں طے کر کے اکابر اولیاء کرام کی صحبتوں سے فیض یاب ہونے کے ساتھ ساتھ علمی و روحانی اِکتساب بھی خوب کیا۔ پاک باز صالحینِ اُمت کے خاص مزارات پر نہ صرف مراقبہ کش ہوئے بلکہ اَسرار و رموز کی اگلی منازل بھی طے کیں۔ بادی النظر میں دیکھا جائے تو اولیاء کاملین میں کوئی ایسا ولیِ کامل نہیں ہوگا جس نے اپنے متقدم کامل ولیِ وقت کے مزارِ اقدس سے اِکتسابِ فیض نہ کیا ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت بہلول داناؒ، حضرت سری سقطیؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت ذو النون مصریؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، سراج العشاق مولانا رومؒ، حضرت مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ، حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ، حضرت مولانا غوث علی شاہ قلندر پانی پتیؒ، حضرت شیخ الہند سلطان نظام الدین اولیاءؒ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاریؒ، حضرت شاہ شمس تبریزؒ، حضرت خواجہ غلام فریدؒ الغرض تمام اولیاء کرام نے متقدم شیوخ کرام سے بالمشافہ اور بالمراقبہ اِکتسابِ فیض کیا ہے۔

جید علماء اور صلحاء عظام کی زندگی کے علمی حالات اور روحانی معمولات میں سفر ایک باقاعدہ باب رہا ہے۔ سلوک و تصوف کی ہر بنیادی کتاب میں سفر اور آدابِ سفر ایک مستقل عنوانِ جلی رہا ہے۔حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کے اُسلوبِ تصوف میں بھی سفر کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے اپنے مرشد کے حکم پر نئے عہدۂ سلطانیِ ولایت پر متمکن ہونے کے لیے لاہور کا کٹھن سفر کیا۔

اس تمہیدی گفت گو کے بعد نہایت اختصار کے ساتھ چند اَنبیاء کرام عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ کے سفر ناموں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو نہایت اہتمام کے ساتھ قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔

1۔ قرآن میں مذکور بعض اَسفارِ انبیاء عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ

سفر کرنا انبیاء کرام عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ کی سنت عظمیٰ ہے۔ جو سفر انبیاء کرام عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ نے اَحکامِ خداوندی کی تعمیل میں کیے اُن کی تفصیلات رب کائنات نے اپنے صحیفۂ انقلاب قرآن عظیم میں خود بیان فرمائی ہیں۔ انبیاء کرام عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ کے اِن اَسفار کی نگرانی و راہ نُمائی حکمِ خداوندی کے تحت جبریل امین عَلَيۡهِ السَّلَامُ نے فرمائی۔

(1) سفر نامۂ حضرت آدم عَلَيۡهِ السَّلَامُ

جب حکم ایزدی سے تخلیق آدم عَلَيۡهِ السَّلَامُ کا مرحلہ مکمل ہوا تو خالقِ کائنات کے حکم سے تمام فرشتے حضرت آدم عَلَيۡهِ السَّلَامُ کے سامنے سجدہ ریز ہوئے، تاہم ابلیس انکاری ہوکر راندۂ بارگاہِ ایزدی ٹھہرا۔ نتیجتاً وہ کافروں میں سے ہوگیا۔ اس کے بعد خالق عظیم نے آدم عَلَيۡهِ السَّلَامُ کو حکم فرمایا:

﴿يَـٰٓـَٔادَمُ ٱسۡكُنۡ أَنتَ وَزَوۡجُكَ ٱلۡجَنَّةَ وَكُلَا مِنۡهَا رَغَدًا حَيۡثُ شِئۡتُمَا وَلَا تَقۡرَبَا هَـٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ ٱلظَّـٰلِمِينَ﴾ [البقرۃ، 2/ 35]

اے آدم! تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہائش رکھو اور تم دونوں اس میں سے جو چاہو، جہاں سے چاہو کھاؤ، مگر اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں (شامل) ہو جاؤ گےo

اس کے بعد کے اَحوال بیان کرتے ہوئے قرآن مجید بیان فرماتا ہے:

﴿فَأَزَلَّهُمَا ٱلشَّيۡطَـٰنُ عَنۡهَا فَأَخۡرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِۖ وَقُلۡنَا ٱهۡبِطُواْ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّۖ وَلَكُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَمَتَـٰعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ [البقرۃ، 2/ 36]

پھر شیطان نے انہیں اس جگہ سے ہلا دیا اور انہیں اس (راحت کے) مقام سے جہاں وہ تھے الگ کر دیا، اور (بالآخر) ہم نے حکم دیا کہ تم نیچے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ اب تمہارے لیے زمین میں ہی معیّنہ مدت تک جائے قرار ہے اور نفع اٹھانا مقدّر کر دیا گیا ہےo

جب حضرت آدم عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ اور حضرت حوا عَلَيۡهَا ٱلسَّلَامُ کا جنت سے زمین کی طرف سفر ہوا تو حضرت آدم عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کو زمین پر سری لنکا میں مقیم کیا گیا اور حضرت حوا عَلَيۡهَا ٱلسَّلَامُ کو سرزمینِ حجاز میں جدہ کے مقام پر اُتارا گیا اور پھر حکم خداوندی سے دونوں کی ملاقات ہوئی۔

(2) سفر نامۂ حضرت ادریس عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ

حضرت ادریس عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ ایک صاحبِ صدق اور عظیم الشان نبی تھے۔ انہوں نے ایک سو اَسّی (180) شہر آباد کیے اور سیاحت فرمائی۔ آپ نے اپنا آخری سفر اَرضِ خداوند کریم سے آسمانِ چہارم پر کیا اور وہاں مستقل قیام پذیری اختیار کی۔اس ’’سفر نامہ‘‘ کا ذکر خالق نے قرآن میں یوں فرمایا ہے:

﴿وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ إِدۡرِيسَۚ إِنَّهُۥ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝٥٦ وَرَفَعۡنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ [مریم، 19/ 56–57]

اور (اس) کتاب میں ادریس (عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ) کا ذکر کیجئے، بے شک وہ بڑے صاحبِ صدق نبی تھےo اور ہم نے انہیں بلند مقام پر اٹھا لیا تھاo

(3) سفر نامۂ حضرت نوح عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ

حضرت نوح عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کی مسلسل دعوت و تبلیغِ حق کے باوجود جب ان کی قوم حق

سے منحرف رہی تو ان پر طوفان کا عذاب نازل کیا گیا اور یوں قومِ نوح کی غرقابی ہوئی۔ ان میں سے جو لوگ حضرت نوح عَلَيۡهِ السَّلَامُ کی دعوت پر حکم الٰہی کی پیروی بجا لائے اور کشتیِ نوح میں سوار ہوگئے تو وہی محفوظ رہے۔ طوفانِ نوح کی شدت چالیس روز رہی۔ حضرت نوح عَلَيۡهِ السَّلَامُ کی بیوی اور بیٹا بھی اللہ کے حکم کی نافرمانی کی پاداش میں غرق ہوگئے۔ کشتیِ نوح عَلَيۡهِ السَّلَامُ قریباً 5 ماہ تک پانی پر تیرتے رہنے کے بعد جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی۔ یوں نوح عَلَيۡهِ السَّلَامُ کے پیروکار نجات پاگئے اور خدا کے منکرین و باغی غرقاب کردیے گئے۔ سفر نامہ نوح بھی خالق عظیم نے قرآن کی سورۃ ہود میں بڑے جامع انداز میں رقم فرما دیا ہے:

﴿حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَمۡرُنَا وَفَارَ ٱلتَّنُّورُ قُلۡنَا ٱحۡمِلۡ فِيهَا مِن كُلّٖ زَوۡجَيۡنِ ٱثۡنَيۡنِ وَأَهۡلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيۡهِ ٱلۡقَوۡلُ وَمَنۡ ءَامَنَۚ وَمَآ ءَامَنَ مَعَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلٞ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ ٱرۡكَبُواْ فِيهَا بِسۡمِ ٱللَّهِ مَجۡرٜىٰهَا وَمُرۡسَىٰهَآۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٞ رَّحِيمٞ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجۡرِي بِهِمۡ فِي مَوۡجٖ كَٱلۡجِبَالِ وَنَادَىٰ نُوحٌ ٱبۡنَهُۥ وَكَانَ فِي مَعۡزِلٖ يَٰبُنَيَّ ٱرۡكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ سَـَٔاوِيٓ إِلَىٰ جَبَلٖ يَعۡصِمُنِي مِنَ ٱلۡمَآءِۚ قَالَ لَا عَاصِمَ ٱلۡيَوۡمَ مِنۡ أَمۡرِ ٱللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَۚ وَحَالَ بَيۡنَهُمَا ٱلۡمَوۡجُ فَكَانَ مِنَ ٱلۡمُغۡرَقِينَ ﴿٤٣﴾ وَقِيلَ يَٰٓأَرۡضُ ٱبۡلَعِي مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ أَقۡلِعِي وَغِيضَ ٱلۡمَآءُ وَقُضِيَ ٱلۡأَمۡرُ وَٱسۡتَوَتۡ عَلَى ٱلۡجُودِيِّۖ وَقِيلَ بُعۡدٗا لِّلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [ہود، 11/ 40–44]

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا اور تنور (پانی کے چشموں کی طرح) جوش سے ابلنے لگا (تو) ہم نے فرمایا: (اے نوح!) اس کشتی میں

ہر جنس میں سے (نر اور مادہ) دو عدد پر مشتمل جوڑا سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی (لے لو) سوائے ان کے جن پر (ہلاکت کا) فرمان پہلے صادر ہو چکا ہے اور جو کوئی ایمان لے آیا ہے (اسے بھی ساتھ لے لو)، اور چند (لوگوں) کے سوا ان کے ساتھ کوئی ایمان نہیں لایا تھاo اور نوح (عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ) نے کہا: تم لوگ اس میں سوار ہو جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب بڑا ہی بخشنے والا نہایت مہربان ہےo اور وہ کشتی پہاڑوں جیسی (طوفانی) لہروں میں انہیں لیے چلتی جا رہی تھی کہ نوح (عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ) نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ ان سے الگ (کافروں کے ساتھ کھڑا) تھا: اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہo وہ بولا: میں (کشتی میں سوار ہونے کے بجائے) ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ نوح (عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ) نے کہا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے مگر اس شخص کو جس پر وہی (اللہ) رحم فرما دے، اسی اثنا میں دونوں (یعنی باپ بیٹے) کے درمیان (طوفانی) موج حائل ہوگئی سو وہ ڈوبنے والوں میں ہوگیاo اور (جب سفینۂ نوح کے سوا سب ڈوب کر ہلاک ہو چکے تو) حکم دیا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تو تھم جا، اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام کر دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری، اور فرما دیا گیا کہ ظالموں کے لیے (رحمت سے) دوری ہےo

(4) سفر نامۂ حضرت اسماعیل عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ

حضرت اسماعیل بن ابراہیم عَلَیۡہِمَا ٱلسَّلَامُ کا پہلا سفر جب حکم خداوندی سے شروع ہوا تو حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ نے کم سن بیٹے اسماعیل عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ کو حضرت حاجرہ

عَلَيۡهَا السَّلَامُ کے ہمراہ بے آب و گیاہ میدان میں روانہ کر دیا۔ جب حضرت اسماعیل عَلَيۡهِ السَّلَامُ کو پیاس لگی تو حضرت حاجرہ عَلَيۡهَا السَّلَامُ نے صفا اور مروہ پہاڑیوں کے مابین سات مرتبہ دوڑ کر سفر کیا۔ حضرت اسماعیل عَلَيۡهِ السَّلَامُ کی پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑنے پر اللہ کے حکم سے ایک میٹھے پانی کا چشمہ اُبل پڑا جسے ''زم زم کا کنواں'' کہتے ہیں اور اس کے پانی کو ''آبِ زم زم'' کہتے ہیں۔

پھر حضرت اسماعیل عَلَيۡهِ السَّلَامُ کا دوسرا سفر مقتل کی جانب تھا جہاں رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں حضرت اسماعیل عَلَيۡهِ السَّلَامُ اپنے والد حضرت ابراہیم عَلَيۡهِ السَّلَامُ کے ساتھ قربانی کے لیے پہنچے اور ذبح ہونے کے لیے گردن چھری کے نیچے رکھ دی۔ جب وعدہ کی تکمیل میں حضرت ابراہیم عَلَيۡهِ السَّلَامُ نے چھری پھیری تو کیا دیکھتے ہیں کہ چھری کے نیچے ایک مینڈھا ذبح ہوا پڑا ہے۔ سفر اسماعیل کے سفر نامہ پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ ٱلسَّعۡيَ قَالَ يَٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي ٱلۡمَنَامِ أَنِّيٓ أَذۡبَحُكَ فَٱنظُرۡ مَاذَا تَرَىٰۚ قَالَ يَٰٓأَبَتِ ٱفۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُۖ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ أَسۡلَمَا وَتَلَّهُۥ لِلۡجَبِينِ ﴿١٠٣﴾ وَنَٰدَيۡنَٰهُ أَن يَٰٓإِبۡرَٰهِيمُ ﴿١٠٤﴾ قَدۡ صَدَّقۡتَ ٱلرُّءۡيَآۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجۡزِي ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ ٱلۡبَلَٰٓؤُاْ ٱلۡمُبِينُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيۡنَٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيمٍ ﴿١٠٧﴾﴾ [الصافات، 37/ 102–107]

پھر جب وہ (اسماعیل عَلَيۡهِ السَّلَامُ) ان کے ساتھ دوڑ کر چل سکنے (کی عمر) کو پہنچ گیا تو (ابراہیم عَلَيۡهِ السَّلَامُ نے) فرمایا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں سو غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ (اسماعیل عَلَيۡهِ السَّلَامُ نے) کہا: ابّاجان! وہ کام (فوراً) کر

ڈالیے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گےo پھر جب دونوں (رضائے الٰہی کے سامنے) جھک گئے (یعنی دونوں نے مولا کے حکم کو تسلیم کرلیا) اور ابراہیم (عَلَيۡهِ‌ٱلسَّلَامُ) نے اسے پیشانی کے بل لِٹا دیا (اگلا منظر بیان نہیں فرمایا)o اور ہم نے اسے ندا دی کہ اے ابراہیم!o واقعی تم نے اپنا خواب (کیاخوب) سچا کر دکھایا۔ بے شک ہم محسنوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (سو تمہیں مقامِ خلّت سے نواز دیا گیا ہے)o بے شک یہ بہت بڑی کھلی آزمائش تھیo اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اِس کا فدیہ کر دیاo

اِسی تناظر میں سورۃ مریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ إِسۡمَٰعِيلَۚ إِنَّهُۥ كَانَ صَادِقَ ٱلۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُولٗا نَّبِيّٗا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَأۡمُرُ أَهۡلَهُۥ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِۦ مَرۡضِيّٗا﴾ [مریم، 19/ 54-55]

اور آپ (اس) کتاب میں اسماعیل (عَلَيۡهِ‌ٱلسَّلَامُ) کا ذکر کریں، بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے اور صاحبِ رسالت نبی تھےo اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے، اور وہ اپنے رب کے حضور مقامِ مرضیّہ پر (فائز) تھے (یعنی ان کا رب ان سے راضی تھا)o

یعنی وہ اپنے رب کے حضور مقامِ مرضیہ پر فائز تھے ۔ رب ان سے راضی ہو چکا تھا اور وہ اپنے رب عظیم کی منشاء پر راضی تھے۔

(5) سفر نامۂ حضرت یوسف عَلَيۡهِ‌ٱلسَّلَامُ

حضرت یوسف عَلَيۡهِ‌ٱلسَّلَامُ کی زندگی کا پہلا سفر نامہ اسی روز شروع ہو گیا تھا جب

آپ کے بھائیوں نے اپنے والد حضرت یعقوب عَلَيۡهِ السَّلَامُ اور بھائی حضرت یوسف عَلَيۡهِ السَّلَامُ کے درمیان غیر معمولی محبت کو اپنے دل میں بطور حسد پناہ دی تھی۔ بعد ازاں یہی حسد تھا جس نے آپ کو باپ کی آغوش محبت سے کنویں تک، کنویں سے غلامی تک، غلامی سے زندان اور زندان سے عزیزِ مصر تک کا سفر کروایا۔ اس تمام تر واقعہ کو اللہ رب العزت نے نہایت احسن انداز میں قرآن مجید کی بارہویں سورۃ یوسف میں بیان فرمایا ہے۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَآءُوٓ أَبَاهُمۡ عِشَآءٗ يَبۡكُونَ ١٦ قَالُواْ يَٰٓأَبَانَآ إِنَّا ذَهَبۡنَا نَسۡتَبِقُ وَتَرَكۡنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَٰعِنَا فَأَكَلَهُ ٱلذِّئۡبُۖ وَمَآ أَنتَ بِمُؤۡمِنٖ لَّنَا وَلَوۡ كُنَّا صَٰدِقِينَ ١٧ وَجَآءُو عَلَىٰ قَمِيصِهِۦ بِدَمٖ كَذِبٖۚ قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَكُمۡ أَنفُسُكُمۡ أَمۡرٗاۖ فَصَبۡرٞ جَمِيلٞۖ وَٱللَّهُ ٱلۡمُسۡتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ١٨ وَجَآءَتۡ سَيَّارَةٞ فَأَرۡسَلُواْ وَارِدَهُمۡ فَأَدۡلَىٰ دَلۡوَهُۥۖ قَالَ يَٰبُشۡرَىٰ هَٰذَا غُلَٰمٞۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَٰعَةٗۚ وَٱللَّهُ عَلِيمُۢ بِمَا يَعۡمَلُونَ ١٩ وَشَرَوۡهُ بِثَمَنِۭ بَخۡسٖ دَرَٰهِمَ مَعۡدُودَةٖ وَكَانُواْ فِيهِ مِنَ ٱلزَّٰهِدِينَ ٢٠ وَقَالَ ٱلَّذِي ٱشۡتَرَىٰهُ مِن مِّصۡرَ لِٱمۡرَأَتِهِۦٓ أَكۡرِمِي مَثۡوَىٰهُ عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ أَوۡ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدٗاۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلِنُعَلِّمَهُۥ مِن تَأۡوِيلِ ٱلۡأَحَادِيثِۚ وَٱللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰٓ أَمۡرِهِۦ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ ٢١ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُۥٓ ءَاتَيۡنَٰهُ حُكۡمٗا وَعِلۡمٗاۚ وَكَذَٰلِكَ نَجۡزِي ٱلۡمُحۡسِنِينَ ٢٢ وَرَٰوَدَتۡهُ ٱلَّتِي هُوَ فِي بَيۡتِهَا عَن نَّفۡسِهِۦ وَغَلَّقَتِ ٱلۡأَبۡوَٰبَ وَقَالَتۡ هَيۡتَ لَكَۚ قَالَ مَعَاذَ ٱللَّهِۖ إِنَّهُۥ رَبِّيٓ أَحۡسَنَ مَثۡوَايَۖ إِنَّهُۥ لَا يُفۡلِحُ

ٱلظَّٰلِمُونَ﴿٢٣﴾ وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهِۦۖ وَهَمَّ بِهَا لَوۡلَآ أَن رَّءَا بُرۡهَٰنَ رَبِّهِۦۚ كَذَٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ ٱلسُّوٓءَ وَٱلۡفَحۡشَآءَۚ إِنَّهُۥ مِنۡ عِبَادِنَا ٱلۡمُخۡلَصِينَ﴾ [یوسف، 12/ 16–24]

اور وہ (یوسف عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ کو کنویں میں پھینک کر) اپنے باپ کے پاس رات کے وقت (مکاری کا رونا) روتے ہوئے آئےo کہنے لگے: اے ہمارے باپ! ہم لوگ دوڑ میں مقابلہ کرنے چلے گئے اور ہم نے یوسف (عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ) کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تو اسے بھیڑیئے نے کھا لیا، اور آپ (تو) ہماری بات کا یقین (بھی) نہیں کریں گے اگرچہ ہم سچے ہی ہوںo اور وہ اس کے قمیص پر جھوٹا خون (بھی) لگا کر لے آئے، (یعقوب عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ نے) کہا: (حقیقت یہ نہیں ہے) بلکہ تمہارے (حاسد) نفسوں نے ایک (بہت بڑا) کام تمہارے لیے آسان اور خوشگوار بنا دیا (جو تم نے کر ڈالا)، پس (اس حادثہ پر) صبر ہی بہتر ہے، اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں اس پر جو کچھ تم بیان کر رہے ہوo اور (ادھر) راہ گیروں کا ایک قافلہ آپہنچا تو انہوں نے اپنا پانی بھرنے والا بھیجا سو اس نے اپنا ڈول (اس کنویں میں) لٹکایا، وہ بول اٹھا: خوشخبری ہو یہ ایک لڑکا ہے، اور انہوں نے اسے قیمتی سامانِ تجارت سمجھتے ہوئے چھپا لیا، اور اللہ ان کاموں کو جو وہ کر رہے تھے خوب جاننے والا ہےo اور یوسف (عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ) کے بھائیوں نے (جو موقع پر آگئے تھے اسے اپنا بھگوڑا غلام کہہ کر انہی کے ہاتھوں) بہت کم قیمت گنتی کے چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا کیونکہ وہ راہ گیر اس (یوسف عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ کے خریدنے) کے بارے میں (پہلے ہی) بے رغبت تھے (پھر راہ گیروں نے اسے مصر لے جا کر بیچ دیا)o عزیز مصر نے بیوی زلیخا کو کہا کہ اسے

عزت و اکرام سے ٹھہراؤ، شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔ رب عظیم فرماتے ہیں: اس طرح ہم نے یوسف کو زمین ”مصر“ میں استحکام بخشا اور یہ اس لیے کہ ہم اسے باتوں کے انجام تک پہنچنا یعنی کہ (علم تعبیر رویا) سکھائیں، اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتےo اور جب وہ اپنے کمالِ شباب کو پہنچ گیا (تو) ہم نے اسے حکمِ (نبوت) اور علمِ (تعبیر) عطا فرمایا، اور اسی طرح ہم نیکوکاروں کو صلہ بخشا کرتے ہیںo اور اس عورت (زلیخا) نے جس کے گھر وہ رہتے تھے آپ سے آپ کی ذات کی شدید خواہش کی اور اس نے دروازے (بھی) بند کر دیے اور کہنے لگی: جلدی آجاؤ (میں تم سے کہتی ہوں)۔ یوسف (عَلَیۡهِ ٱلسَّلَامُ) نے کہا: اللہ کی پناہ! بے شک وہ (جو تمہارا شوہر ہے) میرا مربّی ہے اس نے مجھے بڑی عزت سے رکھا ہے۔ بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گےo (یوسف عَلَیۡهِ ٱلسَّلَامُ نے انکار کر دیا) اور بے شک اس (زلیخا) نے (تو) ان کا ارادہ کر (ہی) لیا تھا، (شاید) وہ بھی اس کا قصد کر لیتے اگر انہوں نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھا ہوتا۔ اس طرح (اس لیے کیا گیا) کہ ہم ان سے تکلیف اور بے حیائی (دونوں) کو دور رکھیں، بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے (برگزیدہ) بندوں میں سے تھےo

الغرض آیت نمبر 25 سے آخرِ سورت تک حضرت یوسف عَلَیۡهِ ٱلسَّلَامُ کی حیات مبارکہ کے بقیہ اَسفار کا ذکر کیا گیا ہے۔

(6) سفر نامۂ حضرت یونس عَلَیۡهِ ٱلسَّلَامُ

حضرت یونس عَلَیۡهِ ٱلسَّلَامُ کے سفر نامہ کا ذکر بھی قرآن مجید کی کم وبیش چھ(6) سورتوں (سورۃ النساء، سورۃ الانعام، سورۃ یونس، سورۃ الصافات، سورۃ الانبیاء اور سورۃ

القلم) میں ملتا ہے۔ ان میں سے پہلی چار(4) سورتوں میں اللہ رب العزت نے آپ کا ذکر آپ کے نام سے کیا ہے جب کہ آخری دو سورتوں میں اللہ رب العزت نے آپ کا ذکر ''ذو النون'' اور ''صاحب الحوت'' کے القابات کے ساتھ کیا ہے۔ سورۃ الصافات میں حضرت یونس عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کی بابت خالقِ اَرض و سماوات نے فرمایا ہے:

﴿وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ ٱلۡمُرۡسَلِينَ ﴿١٣٩﴾ إِذۡ أَبَقَ إِلَى ٱلۡفُلۡكِ ٱلۡمَشۡحُونِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ ٱلۡمُدۡحَضِينَ ﴿١٤١﴾ فَٱلۡتَقَمَهُ ٱلۡحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٞ ﴿١٤٢﴾﴾ [الصافات، 37/ 139–142]

اور یونس (عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ بھی) واقعی رسولوں میں سے تھےo جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف دوڑےo پھر (کشتی بھنور میں پھنس گئی تو) انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ (قرعہ میں) مغلوب ہوگئے (یعنی ان کا نام نکل آیا اور کشتی والوں نے انہیں دریا میں پھینک دیا)o پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ (اپنے آپ پر) نادم رہنے والے تھےo

اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَنَبَذۡنَٰهُ بِٱلۡعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيمٞ ﴿١٤٥﴾ وَأَنۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةٗ مِّن يَقۡطِينٖ ﴿١٤٦﴾ وَأَرۡسَلۡنَٰهُ إِلَىٰ مِاْئَةِ أَلۡفٍ أَوۡ يَزِيدُونَ﴾ [الصافات، 37/ 145–147]

پھر ہم نے انہیں (ساحلِ دریا پر) کھلے میدان میں ڈال دیا حالاں کہ وہ بیمار تھےo اور ہم نے ان پر (کدّو کا) بیل دار درخت اُگا دیاo اور ہم نے انہیں (اَرضِ موصل میں قومِ نینوٰی کے) ایک لاکھ یا اس سے زیادہ افراد کی طرف بھیجا تھاo

درج بالا قرآنی آیات اور سفرنامہ حضرت یونس عَلَيۡهِ السَّلَامُ سے ثابت ہوتا ہے کہ حکم الٰہی کے بغیر ہجرت کرنے کی بنا پر آپ کو سخت آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔

قارئین گرامیِ قدر! حضرت یونس عَلَيۡهِ السَّلَامُ کے سفر نامہ میں درج ذیل دو حکمتیں کار فرما تھیں:

1۔ قوم کو گستاخی اور انکارِ نبی پر سزا اور عذاب سے دوچار کرنے کے ساتھ ساتھ نبی کو محفوظ رکھنا۔

2۔ نبی کو آزمائش میں بھی آیت کریمہ کا ورد جاری کروا کر مشکل کشائی کی سنت جاری کرنا۔

(7) سفر نامۂ حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

1۔ جلیل القدر نبی اور اولو العزم پیغمبر حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ السَّلَامُ کا پہلا سفر ولادت کے فوری بعد شروع ہوا اور ایک بند صندوق میں دریائے نیل سے ہوتا ہوا فرعون کے محل میں اختتام پذیر ہوا۔ قرآن مجید اِس کا ذکر یوں فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدۡ مَنَنَّا عَلَيۡكَ مَرَّةً أُخۡرَىٰٓ ۝٣٧ إِذۡ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰٓ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰٓ ۝٣٨ أَنِ ٱقۡذِفِيهِ فِي ٱلتَّابُوتِ فَٱقۡذِفِيهِ فِي ٱلۡيَمِّ فَلۡيُلۡقِهِ ٱلۡيَمُّ بِٱلسَّاحِلِ يَأۡخُذۡهُ عَدُوّٞ لِّي وَعَدُوّٞ لَّهُۥۚ وَأَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةٗ مِّنِّي وَلِتُصۡنَعَ عَلَىٰ عَيۡنِيٓ ۝٣٩ إِذۡ تَمۡشِيٓ أُخۡتُكَ فَتَقُولُ هَلۡ أَدُلُّكُمۡ عَلَىٰ مَن يَكۡفُلُهُۥۖ فَرَجَعۡنَٰكَ إِلَىٰٓ أُمِّكَ كَيۡ تَقَرَّ عَيۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَۚ وَقَتَلۡتَ نَفۡسٗا فَنَجَّيۡنَٰكَ مِنَ ٱلۡغَمِّ وَفَتَنَّٰكَ فُتُونٗاۚ فَلَبِثۡتَ سِنِينَ فِيٓ أَهۡلِ مَدۡيَنَ ثُمَّ جِئۡتَ عَلَىٰ قَدَرٖ يَٰمُوسَىٰ﴾ [طه، 28/ 37–40]

اور بے شک ہم نے تم پر ایک اور بار (اس سے پہلے بھی) احسان فرمایا تھاo جب ہم نے تمہاری والدہ کے دل میں وہ بات ڈال دی جو ڈالی گئی تھیo کہ تم اس (موسٰی عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ) کو صندوق میں رکھ دو پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو پھر دریا اسے کنارے کے ساتھ آلگائے گا، اسے میرا دشمن اور اس کا دشمن اٹھا لے گا، اور میں نے تجھ پر اپنی جناب سے (خاص) محبت کا پرتَو ڈال دیا ہے (یعنی تیری صورت کو اس قدر پیاری اور من موہنی بنا دیا ہے کہ جو تجھے دیکھے گا فریفتہ ہو جائے گا)، اور (یہ اس لیے کیا) تاکہ تمہاری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائےo اور جب تمہاری بہن (اجنبی بن کر) چلتے چلتے (فرعون کے گھر والوں سے) کہنے لگی: کیا میں تمہیں کسی (ایسی عورت) کی نشاندہی کر دوں جو اس (بچہ) کی پرورش کر دے، پھر ہم نے تم کو تمہاری والدہ کی طرف (پرورش کے بہانے) واپس لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھ بھی ٹھنڈی ہوتی رہے اور وہ رنجیدہ بھی نہ ہو، اور تم نے (قومِ فرعون کے) ایک (کافر) شخص کو مار ڈالا تھا پھر ہم نے تمہیں (اس) غم سے (بھی) نجات بخشی اور ہم نے تمہیں بہت سی آزمائشوں سے گزار کر خوب جانچا، پھر تم کئی سال اہلِ مدین میں ٹھہرے رہے پھر تم (اللہ کے) مقرر کردہ وقت پر (یہاں) آگئے اے موسٰی! (اس وقت ان کی عمر ٹھیک چالیس برس ہوگئی تھی)o

2۔ سیدنا موسی عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ کے سفر طور کو بھی قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَنَـٰدَیۡنَـٰهُ مِن جَانِبِ ٱلطُّورِ ٱلۡأَیۡمَنِ وَقَرَّبۡنَـٰهُ نَجِیࣰّا﴾ [مریم، 19/ 52]

اور ہم نے انہیں (کوہِ) طور کی داہنی جانب سے ندا دی اور راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لیے ہم نے انہیں قربتِ (خاص) سے نوازا○

3۔ سیدنا موسیٰ عَلَیہِ السَّلَامُ کا اپنے خادمِ خاص یوشع بن نون عَلَیہِ السَّلَامُ کے ہمراہ حضرت خضر عَلَیہِ السَّلَامُ سے ملاقات کے لیے طویل سفر کرنا اور پھر حضرت خضر عَلَیہِ السَّلَامُ کی معیت میں سفر کرنا بھی سورۃ الکہف میں تفصیلاً مذکور ہے، جسے پندرھویں اور سولہویں پارے میں سورۃ الکہف کی آیت نمبر60 تا آیت نمبر74 میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

(8) سفرِ اِسراء و معراجِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ

عالم ہائے ہفت میں سب سے عظیم اور مقرب سفر وہ ہے جو محبوبِ خدا آقائے دو جہاں محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ نے شبِ معراج فرمایا تھا۔ اس سفر کا آغاز حضرت اُمِ ہانی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کے گھر سے ہوا اور آپ نے مقرب فرشتے حضرت جبریل عَلَیہِ السَّلَامُ کی معیت میں بیت المقدس پہنچ کر پہلا پڑاؤ کیا، جہاں امام الانبیاء آقائے دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی امامت فرمائی اور وہ نمازِ تسلیم و تعظیم تھی۔ وہاں سے جبریلِ امین عَلَیہِ السَّلَامُ کی ہم رکابی میں ہر آسمان کے دربان نے حضرت جبریل عَلَیہِ السَّلَامُ کی جانب سے تعارف کرانے پر دروازۂ فلک کھولا، فرشتوں نے آقائے دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود و سلام بھیجا اور شرف زیارتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ حاصل کیا۔ ہر آسمان پر جید انبیاء کرام عَلَیہِمُ السَّلَامُ نے آقائے دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کا استقبال فرمایا اور سلام عرض کیا۔

یاد رہے کہ جب امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ جبریلِ امین عَلَیہِ السَّلَامُ کی معیت میں بیت المقدس پہنچے تو تمام انبیاء کرام عَلَیہِمُ السَّلَامُ کی اَرواحِ مقدسہ اِستقبالِ امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کے لیے بے تاب اور مشتاقِ دیدار تھیں۔ سفر مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کے پہلے مرحلے کی تصدیق خالقِ ارض و سماوات نے یوں فرمائی ہے:

﴿سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِيٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلٗا مِّنَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ إِلَى ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡأَقۡصَا ٱلَّذِي بَٰرَكۡنَا حَوۡلَهُۥ لِنُرِيَهُۥ مِنۡ ءَايَٰتِنَآۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ﴾ [الإسراء، 17/ 1]

وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری) سے پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرب) بندے کو مسجد حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا تھا تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

جب سفر معراج میں ہمارے آقائے دو جہاں نورِ مجسم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ جبریلِ امین عَلَيْهِ السَّلَامُ کے دوش بہ دوش چھ آسمانوں کے نظارے سمیٹتے ہوئے ساتویں آسمان پر مقامِ "سدرۃ المنتہیٰ" پر پہنچے تو خالقِ ارض و سماوات نے سدرۃ المنتہیٰ کو اپنے حبیب مکرّم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ کی آمد پر بقعۂ نور بنا دیا تھا اور پورا آسمان نور بہار ہو گیا تھا۔

سدرۃ المنتہیٰ کے سفر کے مرحلہ پر خالق نے مُہر تصدیقِ ثبت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَقَدۡ رَءَاهُ نَزۡلَةً أُخۡرَىٰ ١٣ عِندَ سِدۡرَةِ ٱلۡمُنتَهَىٰ ١٤ عِندَهَا جَنَّةُ ٱلۡمَأۡوَىٰٓ ١٥ إِذۡ يَغۡشَى ٱلسِّدۡرَةَ مَا يَغۡشَىٰ ١٦ مَا زَاغَ ٱلۡبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ١٧ لَقَدۡ رَأَىٰ مِنۡ ءَايَٰتِ رَبِّهِ ٱلۡكُبۡرَىٰٓ ١٨﴾ [النجم، 53/ 13-18]

اور بے شک انہوں نے تو اُس (جلوۂ حق) کو دوسری مرتبہ (پھر) دیکھا (اور تم ایک بار دیکھنے پر ہی جھگڑ رہے ہو)○ سِدرۃ المنتہیٰ کے قریب○ اسی کے پاس جنت المَاْوٰی ہے○ جب نورِ حق کی تجلیّات سِدرَۃ

(المنتہٰی) کو (بھی) ڈھانپ رہی تھیں جو کہ (اس پر) سایہ فگن تھیں٥
اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی)٥ بے شک انہوں نے (معراج کی شب) اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں٥

جب سفر معراج تکمیل پذیر ہوا تو خالق عظیم نے خود قرآن مجید میں سفر نامہ پر آخری مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَٱلنَّجۡمِ إِذَا هَوَىٰ﴾ [النجم،53/ 1]

قسم ہے روشن ستارے (محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ) کی جب وہ (چشم زدن میں شبِ معراج اوپر جاکر) نیچے اترے٥

ثابت یہ ہوا کہ روئے کائنات عالم ہائے ہفت میں سب سے عظیم سفر نامہ ''سفر نامہ معراجِ مصطفیٰ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ'' ہے جو خالق نے خود قرطاسِ قرآن اور مصحف عظیم میں لکھا ہے۔ اس حوالے سے چند خصوصی اشعار نذرِ کرتا ہوں:

وہ نظارۂ شوق تھا تعشق قوسین کے میکدے میں منصۂ شہود پر جلوہ گر
اس جامِ دیدار حق کے ساقی کے جود و سخا کی بات نہ چھیڑ، رہنے دو
شب اِسراء ''م'' کے گھونگھٹ میں ساقیِ کائنات نے وہ جامِ ملاقات پلائے شفقتؔ
لا مکاں کے میکدے میں بے خودیِ محبوبِ یزداں کی بات نہ چھیڑ، رہنے دو

الغرض! متعدد انبیاء کرام عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ کے سفر نامے قرآن مجید کی زینت ہیں، جب کہ سلف صالحین اور علماء کرام و اولیاء عظام کے اَسفار اور سفر نامے انبیاء کرام عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ اور حضور نبی اکرم صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ کی سنت مطہرہ کی پیروی میں خدا تعالیٰ کی توفیق سے پایۂ تکمیل کو پہنچے ہیں۔

2۔ سفر ناموں کی اَقسام اور تاریخ

سفر ناموں کی عموماً درج ذیل اَقسام ہوتی ہیں:

1۔ تاریخی و سیاحتی سفر نامہ (Historical Travelogue)

2۔ زیارتی و روحانی سفر نامہ (Spiritual Travelogue)

3۔ دعوتی و تبلیغی سفر نامہ (Preaching Travelogue)

4۔ تنظیمی و تحریکی سفر نامہ (Organizational Travelogue)

(1) تاریخی و سیاحتی سفر نامہ

ملکی اور بین الاقوامی، تاریخی، سیاحتی اور قدیمی مقامات جیسے کہ سات عجائبات (the seven wonders of the world) جو اب میری دانست میں غالباً تعداد میں نو (9) ہو گئے ہیں۔ اس میں پوری دنیا میں پھیلی مسلم اور غیر مسلم تاریخی عمارات اور مقامات شامل ہیں؛ یہ تاریخی سفرنامے کہلاتے ہیں۔

(2) زیارتی و روحانی سفر نامہ

خصوصی زیارتی، مذہبی اور روحانی مقاماتِ مقدسہ کی تفصیلات و جزئیات اور سفری باریکیاں ان سفرناموں میں درج کی جاتی ہیں۔ لیکن مذہبی و روحانی زیارتی سفر ناموں میں اگر گرد و پیش میں کوئی غیر مذہبی یا غیر روحانی تاریخی یا نصیحت آموز عمارات یا مقامات آجائیں تو زائر کی سیاحتی اور سفری ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی تاریخی اہمیت اور دیگر جزئیات کو آشکار کرے اور قاری کو اِن کے مکمل حدودِ اَربعہ سے آگہی دے۔

حقیقی معنوں میں پورے سفری اورسیاحتی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سفرنامے تحریر کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ کسی بھی روحانی یا سیاحتی بالخصوص زیارتی نوعیت کے سفر کی نمایاں خوبی یہ ہوتی ہے کہ قاری ذہنی و قلبی اور باطنی طور پر سفری تحریر سے اَیسے محظوظ ہو رہا ہو جیسے وہ خود زائر کے ساتھ سفر میں شریک ہے۔ دوسرا یہ کہ

سیاح اپنے سفری تجربات، مشاہدات اور جذبات کو اتنی باریک بینی اور وضاحت کے ساتھ لکھے کہ پڑھنے والا ایک راہ نما کتاب (guide book) کے طور پر اس سے بھر پور استفادہ کر سکے۔ سفر نامہ لکھنے والا مذہبی اور تاریخی مقامات کا عمیق بینی سے مشاہدہ کرے اور مذہبی اور روحانی مقامات کے گرد و پیش کے مختلف راز ہائے سربستہ کشفی صلاحیت سے منکشف کرے تاکہ ایک زائر بھی بہ آسانی فیض یاب ہو سکے۔

ابن بطوطہ

عظیم مسلم سیاحوں میں ابو عبداللہ محمد بن بطوطہ کا نام بہت نمایاں ہے۔ ابن بطوطہ 1304ء میں طنجہ کے ایک مذہبی خاندان میں پیدا ہوا۔ روحانی اور سیاحتی اعتبار سے تقریباً ساری معلوم دنیا کو تلاش کرنے کی غرض سے نکلا۔ ابن بطوطہ نے جب سیاحت کی غرض سے رختِ سفر باندھا تو اس وقت پوری دنیا میں جدید ذرائع آمد و رفت کا تصور بھی نہ تھا۔ بری و بحری سفر نہایت پُر خطر ہوتے تھے۔ ابن بطوطہ کا تحسین آفرین کارنامہ یہ تھا کہ وہ سیاحتی اور روحانی کیفیات و اَحوال کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تیس برس میں پوری معلوم دنیا کی کامیاب سیاحت گری کے بعد اپنے وطن واپس لوٹا۔ ابن بطوطہ کو سیاحتی عالمی بلندیوں پر فائز ہونے کے لیے کبھی سمندر کی بے رحم لہروں سے نبرد آزما ہونا پڑا اور کبھی ہولناک و پُرخطر ریگستانوں، بیابانوں، فلک بوس پہاڑوں اور مہیب برفانی چوٹیوں کو سر کرنا پڑا تاکہ اس کے بامقصد ذوقِ سیاحت کو تسکین پہنچے۔

اس نے سب سے پہلے حجازِ مکرم کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ بنایا اور پھر یمن کے دشوار راستوں کو طے کرتے ہوئے سرزمینِ مصر، عراق اور بالخصوص بغداد کو مسکن بنایا اور پھر ایران، ترکستان، افغانستان، بلخ، بخارا، آذربائی جان اور قُسطنطنیہ کے تاریخی مقامات کو سیاحتی طور پر فتح کرتا ہوا وہاں قلیل وقت کے لیے قیام پذیر ہوا۔ وہاں اس نے جید علماء، صلحاء، محققین، ملوک و سلاطین، اُمراء و وزراء کے علاوہ اَصحاب فکر و دانش سے کامیاب نشستیں کیں اور اپنی دانش و بصیرت کا لوہا منوایا۔

ابن بطوطہ جب ہندو کش کے سنگ لاخ پہاڑوں سے اتر کر پنجاب میں داخل ہوا تو دہلی پہنچنے پر سلطان محمد تغلق نے ابن بطوطہ کو علم و فضل اور عزم و اثبات کے باعث قاضی شہر مقرر کیا۔ پھر سفیرِ چین مقرر ہوا۔ جہاز راستے میں تباہ ہو گیا لیکن ابن بطوطہ معجزاتی طور پر زندہ بچ گیا۔ بعد میں ابن بطوطہ نے شادیاں بھی کیں اور اس کی اولاد بھی ہوئی۔ بعدازاں واپسی پر سماٹرا، یلباد، عمان، ایران، بغداد، حمص، حلب، یروشلم، قاہرہ سے ہوتا ہوا مکہ مکرمہ پہنچا اور شرفِ حج حاصل کیا۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ 30 برس میں ابن بطوطہ نے کٹھن اور انتہائی غیر موافق حالات کے باوجود 75 ہزار میل کا سیاحتی سفر کیا۔ بالآخر حاکمِ وقت کی اجازت اور حکم پر اس نے محمد بن جزئی کو اپنا تفصیلی سفر نامہ لکھوایا اور 1378ء مطابق 779ھ میں 73 برس کی عمر میں خالقِ حقیقی سے جاملا۔

اِبن خلدون

اسی طرح کئی عظیم تاریخ دانوں نے علیحدہ سفر نامے تو تحریر نہیں کیے تاہم اُن کی اپنی تصانیف، سفر ناموں کا مرقع ادب ہی ہیں اور ان میں سے ایک نمایاں اور واضح نام ابن خلدون کا ہے، جو فلسفۂ تاریخ کا بانی، محقق اور عالم تھا۔ اس کی جد و جہد روحانی اور سیاحتی اعتبار سے پُر خطر اَسفار پر مشتمل تھی۔

ابن خلدون تیونس، اسکندریہ اور قاہرہ کی جامعہ ازہر میں علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس میں مصروف رہے۔ بعد ازاں 789ھ میں حج کی سعادت حاصل کی اور قاہرہ آکر اپنی عالمی شہرت یافتہ تصنیف "تاریخ ابن خلدون" قلم بند کی۔ اندلس اور تیونس کے لوگ فخر کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ ابن خلدون تیونس آکر رہے مگر مصر کے علمی ماحول نے اسے کہیں جانے نہ دیا۔

(3) دعوتی و تبلیغی سفر نامہ

اَہل اللہ اور خادمینِ دینِ متین نے ہمیشہ دین کی دعوت اور تبلیغ و اِشاعت کے

لیے سفر کیے ہیں۔ دور دراز علاقوں میں اللہ اور اُس کے رسول مکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ کا آفاقی پیغام پہنچانے کے لیے ہر طرح کے کٹھن اور دشوار اَسفار ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔ بلکہ حضور نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ خود مکی دور میں مختلف قبائل میں دعوت و تبلیغ کے لیے جایا کرتے تھے۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ نے طائف کا سفر بھی کیا۔ تیرہ سال بعد دعوت و تبلیغِ دین کے لیے مدینہ منورہ ہجرت بھی فرمائی۔ اِسی طرح صحابہ کرام رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ دیگر ریاستوں اور قبائل کی طرف حضور نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ کے خطوط لے کر گئے اور انہیں دین کی دعوت دی۔ اِسی سنت اور اُسوہ کی پیروی کرتے ہوئے مسلمانانِ عالم ہر جگہ سفر کرکے اِسلام کی دعوت لے کر پہنچے اور چہار سُو اِسلام کا جھنڈا لہرایا۔

(4) تنظیمی و تحریکی سفر نامہ

آج کے دور میں سفر ناموں کی ایک اور قسم بھی ظہور پذیر ہو گئی ہے اور وہ ہے 'تنظیمی و تحریکی سفر نامہ'۔ فی زمانہ دیگر ممالک میں تحریکوں اور تنظیموں کا نیٹ ورک قائم کرنے اور بڑھانے کے لیے سفر کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے تحریک منہاج القرآن کے قیام کے فوری بعد 80ء کی دہائی کے اوائل میں ہی مختلف ممالک کے سفر کیے اور وہاں منہاج القرآن انٹر نیشنل کا نیٹ ورک قائم کیا، لوگ اس کے رفیق اور کارکن بنے۔ اِسلامی مراکز، کمیونٹی سنٹر اور اسکولز و کالجز قائم کیے گئے۔ مساجد تعمیر کی گئیں۔ اور اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ دنیا بھر کے تقریباً سو ممالک میں منہاج القرآن کا نیٹ ورک پھیل چکا ہے۔ حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے دعوت و تبلیغ دین اور تنظیمی و تحریکی دورہ جات کے سلسلے میں دنیا بھر کے بیسیوں ممالک کے سفر کیے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ اندرون و بیرون پاکستان اب تک تقریباً 63 لاکھ کلومیٹر سفر کر چکے ہیں۔

3۔ شہرہ آفاق سفر نامہ فریدِ ملّتؒ کی عالمی اَہمیت اور ایک اَلمیہ کا اِزالہ

حضرت فریدملّتؒ ڈاکٹر فرید الدین قادری نے انبیاء کرام عَلَیۡهِمُ السَّلَامُ اور آقاے دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَسَلَّمَ کی سنت مبارکہ کی اِقتداء میں، صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ کی متابعت اور سلف صالحین کی پیروی میں برصغیر پاک و ہند کے ساتھ ساتھ شرق تا غرب بلادِ اسلامیہ میں متعدد علمی و روحانی سفر کیے ہیں۔

یہاں ضمناً عرض کرتا چلوں کہ حضرت فریدِ ملّتؒ کے 6 اَسفار میں سے صرف 1966ء کے ایک سفر کی یادداشتیں محفوظ رہ سکی تھیں جسے اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ ذیل میں دی گئی تفصیلات میں نے براہِ راست حضرت فریدِ ملّتؒ یا دیگر اعزاء و اقرباء سے سنی ہیں، اس لیے انہیں یہاں قلم بند کر دیا ہے تاکہ وہ محفوظ ہوجائیں۔

(1) حضرت فریدِ ملّتؒ کا پہلا روحانی و وجدانی سفر

قیامِ پاکستان کے فوری بعد حضرت فرید ملتؒ نے جیّد انبیاء کرام عَلَیۡهِمُ السَّلَامُ، صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ، اَہلِ بیتِ اَطہار عَلَیۡهِمُ السَّلَامُ، تابعین اور اتباع التابعین کے مقدس مزارات پر خصوصی مکاشفہ و مراقبہ کشی کے ذریعے اِکتسابِ فیض کیا ہے۔ بالخصوص فرید ملت دربار غوثیت مآب کے باب الشیخ میں حاضر ہوکر مراقبِ بارگاہ غوثیت ہوئے اور مابعد حضرت پیر طریقت سیدنا ابراہیم سیف الدین القادری الگیلانی کے دست مبارک پر بیعت کی اور خصوصی ارادت کی روحانی قبا پہنی۔

(2) حضرت فریدِ ملّتؒ کا دوسرا روحانی و وجدانی سفر

حضرت فریدِ ملّتؒ نے 1962ء میں آقائے دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَسَلَّمَ کے خصوصی حکم پر حجازِ مقدس کا سفر کیا، بیت اللہ شریف میں خصوصی حاضری دی اور مدینہ منورہ میں جیّد علماء اور شیوخِ حدیث سے استفادہ کیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے

مقدس مقامات کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حج بیت اللہ کا فریضہ بھی ادا کیا۔ اس سفر نے آپ کے علمی و روحانی دریچے وا کیے۔

(3) حضرت فریدِ ملّتؒ کا تیسرا روحانی و وجدانی سفر

حضرت فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کا 1963ء میں کیا جانے والا تاریخی و روحانی سفر خصوصی اہمیت اور دور رس نتائج کا حامل ہے۔ 1963ء کے روحانی سفر کے لیے آقائے دو جہاں نور مجسم محمد رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ نے خواب میں حکم فرمایا تھا کہ فرید الدین! اپنے فرزند محمد طاہر کو ہماری بارگاہ میں پیش کرو۔ یاد رہے کہ حضرت فریدِ ملّتؒ کے ہونہار فرزندِ ارجمند اور روحِ فریدِ ملت ''محمد طاہر'' بھی بارہ برس کے تھے اور مشنری اسکول سیکرڈ ہارٹ کو خیر باد کہہ کر اسلامیہ ہائی اسکول میں داخل ہونے کا مطالبہ والد گرامی سے منوا چکے تھے۔

1963ء کے سفر میں حضرت فریدِ ملّتؒ اپنے فرزند ارجمند ''محمد طاہر'' کو حجِ بیت اللہ اور روضۂ اقدس کی حاضری کے لیے خصوصی طور پر ساتھ لے گئے۔ اس خصوصی سفر میں حجِ بیت اللہ کی سعادت کے بعد حضرت فریدِ ملّتؒ نے مستقبل کے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو آقائے دو جہاں صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ کی بارگاہ بے پناہ میں پیش کر دیا۔ وہ منظر دیدنی تھا کہ جب خاص دعائے حاضری کے ساتھ اشک بار آنکھوں سے حضرت فریدِ ملّتؒ نے گلشنِ فرید کا گلِ نایاب والیِ کونین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ کے قدموں میں رکھ دیا۔ گرد و نواح میں کھڑے زائرین اور حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کی والدہ ماجدہ بھی پُرنَم نظروں کے ساتھ اس موقع پر حاضر تھیں اور اس حاضری پر فرحاں اور مطمئن نظر آرہی تھیں۔

حضرت فریدِ ملّتؒ نے اِعزازی طور پر بطور شکرانہ مسجد نبوی شریف میں نماز کی اِمامت کروائی اور بہت سارے خوش نصیبوں نے آپ کی اِقتدا میں نماز ادا کی۔ یہ قطعی منظوری آقائے دو جہاں صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ کی بارگاہ کی خیرات تھی۔ سیکڑوں عباد اللہ

نے نماز پڑھی اور سیکڑوں عینی شاہد ٹھہرے۔ سبحان اللہ!

قابلِ ستائش اور غور طلب خصوصی اَمر یہ ہے کہ "محمد طاہر" یعنی مستقبل کے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے روضہ اقدس کی حاضری کے فوری بعد کانپتے جسم اور دھڑکتے دل اور تھرتھراتے لبوں کے ساتھ خاص کیفیات اور پرنم جُھکی جُھکی نگاہوں سے عرض کیا: "ابا جان! مبارک ہو۔ آقا ﷺ نے آپ کی سعی حاصل اور میری حاضری کو شرف قبولیت بخشا ہے۔ خاص نظر عاطفت فرمائی ہے اور کرم و عنایت کی حد کر دی ہے۔" اس گفت گو کا دورانیہ لبوں کی تھرتھراہٹ کے باعث طویل ہو رہا تھا اور حضرت فریدِ ملّتؒ کی حالت تجسس اور بے خودی کے باعث غیر ہوتی جا رہی تھی۔ بالآخر حضرت فریدِ ملّتؒ نے "محمد طاہر" کو گلے لگایا اور ڈھارس بندھائی۔ آپ وجہِ کپکپی سمجھ گئے، درود شریف پڑھ کر دم کیا تو "محمد طاہر" گویا ہوئے: "مبارک ہو قبلہ اباجی! آقائے دو جہاں ﷺ نے مجھے ابھی جاگتی آنکھوں سے ایک دودھ کا مٹکا تھمایا ہے، پھر پیشانی پر بوسہ لیا اور مجھے حکم دیا ہے کہ اسے میری امت میں تقسیم کردو۔" حضرت فریدِ ملّتؒ انوار و تجلیات کا یہ منظر دیکھ کر مسجد نبوی شریف میں بے ساختہ سجدہ ریز ہو گئے اور اپنی رِقّت پر قابو نہ رکھ سکے، کیوں کہ فرزندِ فرید پر عنایتِ آقا ﷺ بھی تو بے مثل اور بے حد و حساب تھیں۔ ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ آج بھی آقائے دو جہاں ﷺ کے نرم گداز لبوں کے بوسے کا لمس اور خوشبو محسوس کرتا ہوں۔

(4) حضرت فریدِ ملّتؒ کا چوتھا روحانی و وجدانی سفر

حضرت فریدِ ملّتؒ چوتھی مرتبہ چند اسلامی ممالک میں بغرض زیاراتِ مزاراتِ مقدسہ اور حج بیت اللہ تشریف لے گئے۔ بہت سارے مقدس مقامات اور مزارات کی روداد قلم بند کی جو گم گشتہ ڈائری کا حصہ تھی۔ اس سفر میں بھی سعودی عرب میں نئے مقامات پر بغرضِ زیارت مراقبہ کَش ہوئے اور جید علمائے عرب سے ملاقاتیں کیں۔

بالخصوص بارگاہِ حبیب کبریا صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کی حاضری کی لذتیں بھی سمیٹیں اور سعادتِ اعتکاف بھی مسجدِ نبوی شریف میں حاصل کی۔ بالخصوص لیلۃ القدر کی گھڑی بھی انہی گمشدہ سفروں کی کسی ایک روئیداد کا حصہ ہے۔ جب آقاے دو جہاں صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ نے سوئے ہوئے فریدِ ملّتؒ کو لیلۃ القدر اور اس میں قبولیت کی گھڑی سے آگاہ فرمایا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو خیال آیا کہ جو نیا سکھ مسلمان ہوا ہے اُسے بھی اس سعادت سے آگاہ کر دیا جائے۔ حضرت فریدِ ملّتؒ اسے جگانے کے لیے گئے تو وہ پہلے ہی شبِ قدر کی بشارت اور ساعتِ قبولیت کی خوش خبری لے کر بیدار ہوچکا تھا اور بارگاہِ اُلوہیت میں سجدہ ریز تھا۔

(5) حضرت فریدِ ملّتؒ کا پانچواں روحانی و وجدانی سفر

حضرت فریدِ ملّتؒ کا پانچواں سفر 1966ء میں ہوا جو نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس سفر میں ایران، عراق، ترکی اور شام میں زیارات کا شرف حاصل کیا اور اُن کی لمحہ بہ لمحہ رُوداد حضرت فریدِ ملّتؒ نے بذات خود اپنے دستِ مبارک سے قلم بند کی ہے جو زیارتی سفر ناموں کی دنیا میں ایک منفرد اور خوبصورت اضافہ ہے۔

حضرت فریدِ ملّتؒ کا یہ سفر نامہ پہلی بار فروری 1993ء میں طبع ہوا، جس کے عمیق مطالعہ سے قاری کی طبع ذوق کے چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ اس سفرنامے سے جہاں آپ کی ذوقِ سیاحت میں لطافت طبعی کی خوشبو ہر سو پھیلی دکھائی دیتی ہے وہاں روحانی عشق و مستی کی رعنائی بھی نمایاں نظر آتی ہے۔ 28 اکتوبر 1966ء تا 28 نومبر 1966ء کو ایک ماہ پر محیط اِس سفر نامہ میں تقریباً ہزاروں میل کی بحری، بری اور ہوائی مسافت طے کرنا میری نظر میں ایک روحانی و طلسماتی کرامت سے کم نہ ہے، کیونکہ اتنے قلیل وقت میں چار ممالک کے خصوصی سفر کی تفصیلات کو سمیٹنا صرف حضرت فریدِ ملّتؒ کا خاصہ ہے۔

زیرِ بحث سفر نامہ کی آخری سطور کا اِنقطاع غماز ہے کہ سفر نامہ ابھی جاری تھا اور

باقی حصہ بوجوہ غائب ہے۔ تاہم زیر مطالعہ سفر نامہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر 1966ء کی زیارات کے سفری مجموعہ کے حجم اور گہرائی کا یہ عالم ہے تو بقیہ سفر ناموں کی ضخامت اور سیاحتی عُمق کا کیا عالم ہو گا! یہ امر خاص طور پر ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت فریدِ ملّتؒ کے سفر نامہ میں ایمان اَفروز زیارتی مذہبی مقامات اور مساجد مطمحِ نظر ہیں، دیگر جغرافیہ اور حدودِ اَربعہ کو آپ نے معلوماتی آگاہی کے لیے سرسری طور لیا ہے۔

(6) حضرت فریدِ ملّتؒ کا چھٹا روحانی و وجدانی سفر

حضرت فریدِ ملّتؒ نے آخری دو اہم ترین سفرنامے مرتب کیے۔ ایک 1966ء کا سفر نامہ جو 1993ء میں پہلی بار طبع ہوا اور دوسرا 1967ء کا سفرنامہ جو بد قسمتی سے گم شدہ ہے۔ یاد رہے کہ گم شدہ سفرنامے میں اردن، فلسطین اور حرمین شریفین کا تفصیلی ذکر شامل ہے۔ اس کا سیاحتی عمق اور معیار بھی گزشتہ سفر نامہ سے پیوستہ ہے جو پورے ذوقِ آگہی کا ضامن اور خاص اہمیت کا حامل تھا۔ دعا گو ہوں کہ رب ذوالجلا ل ان کھوئے ہوئے سفر ناموں کو بازیاب فرمائے۔ آمین۔

4۔ سفرنامہ حضرت فریدِ ملّتؒ کی فنی اَہمیت

مختلف ممالک کے کام یاب اَسفار کے بعد عربی، اردو، فارسی اور انگریزی پر دسترس کے باعث حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کے والدِ گرامی اور عظیم تاریخ نگار ڈاکٹر فرید الدین قادری ’’سفرنامہ‘‘ تحریر کر کے علم و ادب اور سیاحت کے ساتویں آسمان پر متمکن ہوئے ہیں! بلاشبہ ان کا تاریخی سفر نامہ عالمی شہرت گری اور علمی، روحانی او رفیوضاتی کرامت کے طور پر دیکھا جانے لگا ہے! سفر نامہ فریدِ ملّتؒ میں بعض ایسی زیارات اور مزارات بھی تھے جن کا دیگر سفرناموں میں ذکر نہیں ملتا۔

حضرت فریدِ ملّتؒ کے ’’سفرنامہ‘‘ مطبوعہ 1993ء کے غرض و غایت، خصوصیات

اور مقاصد کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

1۔ سرکارِ مدینہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ کی خصوصی توجہ اور فیضِ غوثیت مآب کے طفیل ہی سفر نامہ فریدِ ملّتؒ کو اتنی قبولیت اور دوام نصیب ہوا ہے۔ انہوں نے 1948ء تا 1967ء چھ سفر فرمائے۔ حزب البحر کے خصوصی وظیفے اور حضرت خضر عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کی راہ نُمائی کے باعث قلیل وقت میں اتنے خاص عُمق کے ساتھ نہ صرف مزارات مقدسہ پر حاضری ہوئی بلکہ مراقبہ کشی میں ہر نئے سفر کی عقدہ کشائی بھی ہوئی۔ یہی عمل حضرت فریدِ ملّتؒ کے سفرنامہ کو دیگر سفر ناموں سے منفرد اور ممتاز کرتا ہے۔

2۔ ابن بطوطہ اور ابن جبیر کے سفر ناموں کے علاوہ چند جید مؤرّخین کی مستند تاریخی کتب بھی حضرت فریدِ ملّتؒ کے زیرِ مطالعہ رہی تھیں۔ تاہم آپ کے سفر نامہ میں فیوضاتی رنگ اور صاحبانِ مزارات کی مراقبہ کشی میں کی گئی بشارات بھی ہیں، جن کا ذکر حضرت فریدِ ملّتؒ نے خود اپنے سفر نامہ میں بھی کیا ہے۔ جیسا کہ ایک صاحبِ مزار نے فرمایا تھا کہ "فریدالدین! جب آپ مدینہ شریف پہنچیں گے تو آپ کے والد الحاج مہر خدا بخش صاحب کا وصال ہو جائے گا اور آپ کے پاکستان پہنچنے پر دستار بندی ہوگی"۔ خدا گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا تھا۔

3۔ ہم نے ابتداء میں ایک طویل تمہید کے ذریعے سفر ناموں کی قرآنی اَہمیت انبیاء کرام عَلَيۡهِمُ ٱلسَّلَامُ کے حوالے سے ثابت کی ہے اور بتایا ہے کہ اولیاء و صالحین اور علماء و محدثین نے بھی اُسی اتباع میں سفر کیے اور دین اور حصول و اِشاعتِ علم کے لیے صعوبتیں برداشت کیں۔ انہی کی پیروی میں حضرت فریدِ ملّتؒ نے اسفار کیے اور اسی لیے آپ کے سفر نامے بھی فیوضاتی برکات و تجلیات کا مظہر تھے۔

4۔ حضرت فریدِ ملّتؒ کا سفر نامہ اردو ادب، نثر نگاری اور اِنشا پردازی کا بھی شاہ کار

ہے۔ سفر نامہ فرید ملت کا یہ خاصہ ہے کہ فنی اعتبار سے قاری کے ذہن پر نقش چھوڑے بغیر نہیں رہتا۔

5۔ حضرت فریدِ ملّتؒ کا سفر نامہ معلومات کا اِنسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ علمی اور معلوماتی اِعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ میں نے خود مشاہدہ کیا کہ حضرت فریدِ ملّتؒ کے ''سفر نامے'' کو راہ نُما سمجھ کر کئی قافلے اسلامی ممالک میں گئے اور آنکھیں بند کر کے حضرت فریدِ ملّتؒ کے سفر ناموں کی راہ نُمائی میں شرفِ زیارات سے مشرف ہوئے۔ قافلے والوں نے خود مجھے بتایا کہ سفر نامہ کی موجودگی میں ہمیں ہر وقت حضرت فریدِ ملّتؒ کی ہم نشینی کا اِحساس ہوتا رہا۔

6۔ دیارِ غیر میں اپنائیت کا ماحول پیدا کرنا اور معلومات حاصل کرنا بھی ایک کمال خوبی ہے۔ حضرت فریدِ ملّتؒ خدا کے برگزیدہ نفوس میں سے ایک تھے۔ آپ مزارات کے متولیان اور سجادہ نشینان سے انتہائی محبت و شفقت سے پیش آتے کہ وہ آپ کے ساتھ گھل مل جاتے اور آپ کے گرویدہ ہوجاتے۔

مثلاً: مطبوعہ سفر نامہ میں حضور غوث اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے باب میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے پہنچتے ہی اپنا سامان صوفی غلام حسین پاکستانی کے حجرہ میں رکھا جو کہ جہلم پاکستان کے رہنے والے عمر رسیدہ اور بارگاہِ غوثیت مآب کے بے پناہ مقبول درویشوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

ایک اور مقام پر تحریر کرتے ہیں کہ سامان ایک ٹیکسی میں رکھا، باب النصر جامع زکی کے متولی شیخ سعید جراب الشامی صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے خصوصی کمرہ میرے حوالے کر دیا۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ پورے سفر زیارات میں حضرت فریدِ ملّتؒ کے ساتھ ایسا انتظام وانصرام ہونا کیا محض اتفاق ہے؟ ... نہیں! ... میری دانست میں حضرت فریدِ ملّتؒ کے ساتھ خداوندِ عظیم اور رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد ہر صاحبِ

مزار کی توجہ خاص کا مرکوز ہونا ہے، جو آپ کے سفر زیارات کو چار چاند لگائے ہوئے ہے۔

5۔ سفرنامہ حضرت فریدِ ملّتؒ کی روحانی اَہمیت

1۔ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ حضرت فریدِ ملّتؒ نے اتنے طویل اور دور اُفتادہ علاقوں کے سفر میں بھی نفلی عبادات او ر روزوں کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اپنے مخصوص اوراد جاری رکھے اور ان کی خصوصی برکات کے کرشمے ہمہ وقت حضرت فریدِ ملّتؒ کے ہم نشین رہے۔ جیسا کہ:

(1) سورۃ المزمل کا وظیفہ

(2) درودِ پاک کی کثرت

(3) قصیدۂ غوثیہ شریف

(4) حزب البحر کا وظیفہ

2۔ حضرت فریدِ ملّتؒ کا دورانِ سفر خاص معمول رہا ہے کہ ہر صاحبِ مزار کے قدموں میں کچھ دیر قیام کے بعد اگلی منزل کا تعین فرمایا۔ ہر مزار پر مراقبہ کش ہوئے اور یہی آپ کی روحانیت کا امتیازی پہلو ہے۔

3۔ حضرت فریدِ ملّتؒ کے ہر سفر کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں ادائیگی حج بیت اللہ شریف اور خصوصی حاضری قدمین مصطفیٰ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ لازمی ہوتی تھی۔ یہی نسخہ کیمیا حضرت فریدِ ملّتؒ کے کامیاب زیارتی سفر کی ضمانت رہا ہے۔

یہ بات بخوبی واضح ہوچکی ہے کہ حضرت فریدِ ملّتؒ کے نزدیک سیاحت اور سفر زیارت کا مقصد اِکتسابِ فیض اور اِستفادۂ علمی تھا۔ نیز یہ کہ انبیاء کرام عَلَيۡهِمُ ٱلسَّلَامُ، صحابہ کرام رَضِيَ ٱللَّٰهُ عَنۡهُمۡ اور سلف صالحین کی متابعت کا شرف بھی حاصل ہوجائے۔

ربِ کائنات کے حضور دعا گو ہوں کہ ہمیں حضرت فریدِ ملّتؒ کے سفر نامہ کے

علمی و روحانی فیوضات سمیٹنے اور اُن کے اوصاف حمیدہ پر عمل پیرا رہنے کی توفیقِ خاص عنایت فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس کی رفعتوں پر سرفراز رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ۔

فاخرِ نسبتِ فریدِ ملّتؒ

(محمد شفقت اللہ قادری)

FMRi، لاہور

سفر نامہ حضرت فریدِ ملّتؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیارِ محبوب کی زیارت کے لیے دل پھر تڑپ رہا تھا۔ آخر بفضلہٖ تعالیٰ مورخہ 27 اکتوبر 1966ء کو جھنگ صدر سے روانہ ہوا۔ تمام احباب، اقرباء اور جملہ اہلِ خانہ سے رخصت ہو کر مورخہ 28 اکتوبر 1966ء بروز جمعۃ المبارک کوئٹہ پہنچا۔ یہاں اپنے شیخ سید ابراہیم سیف الدین بغدادی کے فرزند ارجمند سید نجم الدین کی کوٹھی واقعہ لٹن روڈ (شارع الگیلانی) جو کہ ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی ہے، پہنچا۔ آپ بڑی خندہ پیشانی سے ملے۔ دریافتِ احوال کے بعد بڑی محبت سے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ سیدی و سندی شیخ ابراہیم سیف الدین کا ایک پاسپورٹ سائز فوٹو بھی عطا فرمایا۔ کوئٹہ سے ہفتے میں ایک دفعہ گاڑی زاہدان جاتی ہے۔ چنانچہ ہفتہ کے دن 8 بجے صبح گاڑی پر سوار ہو کر زاہدان کی طرف روانہ ہوا۔ کوئٹہ سے زاہدان کا فاصلہ 450 میل ہے۔ 1914ء میں جنگِ عظیم اول میں زاہدان ریلوے لائن انگریزوں نے ہنگامی طور پر بچھائی تھی۔ چونکہ یہ ریلوے لائن ہنگامی حالات میں تیار کی گئی تھی، اس لیے ضروری انتظامات مثلاً پانی کے بہاؤ کے راستے اور پلوں وغیرہ کی تعمیر کا انتظام نامکمل رہا۔ یہ لائن بلوچستان کے سنسان و ویران صحراؤں سے گزرتی ہے۔ البتہ چند ایک مقامات پر کچی اور قدیم طرز کی عمارتوں میں ریلوے اسٹیشن بنے ہوئے ہیں۔ نوشکی، احمد وال، دال بندین اور کوہِ تفتان وغیرہ اسٹیشن قابلِ ذکر ہیں۔

کوہِ تفتان پاکستان کا آخری سرحدی مقام ہے۔ یہاں سے ایران کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ کوہِ تفتان میں آتش فشاں مادہ ہے۔ پہلے اس سے شب و روز شعلے نکلا کرتے تھے، اب صرف دھواں نظر آتا ہے۔ یہاں پاکستان کی جانب سے پاسپورٹ چیک کرنے کی چوکی بھی قائم ہے۔ جہاں ”خروجِ پاکستان“ (exit) کی مہر لگائی جاتی ہے۔ یہاں سے 9 میل کے فاصلہ پر ”میر جاوا“ کا ایرانی اسٹیشن ہے جہاں ایرانی عملہ تعینات ہے۔ یہاں پاسپورٹ چیک کرنے کے بعد ”دخولِ ایران“ (entry) کی مہر ثبت کرتے

ہیں۔ علاوہ ازیں سامان وغیرہ کی تلاشی بھی لی جاتی ہے۔ یہاں سے 31 اکتوبر 1966ء کی صبح ٹرین روانہ ہو کر تقریباً دوپہر 1:30 بجے زاہدان ریلوے اسٹیشن پہنچی۔

31 اکتوبر بروز پیر

ایران

ایران جس کا پرانا نام فارس (Persia) تھا۔ یہ بر اعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ ایران کی سرحدیں شمال میں آرمینیا، آذربائیجان اور ترکمانستان، مشرق میں پاکستان اور افغانستان اور مغرب میں ترکی اور عراق (کردستان علاقہ) سے ملتی ہیں۔ ایران میں میرا پہلا قیام ایران کے سرحدی شہر زاہدان میں تھا۔ زاہدان صوبہ سیستان کا اہم شہر ہے جو پاکستان اور افغانستان کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ یہ شہر ریلوے لائن اور سڑک دونوں کے ذریعے پاکستان سے ملا ہوا ہے۔

1۔ زاہدان

ریلوے اسٹیشن پہ اترنے کے بعد ایک ٹیکسی پر سوار ہوا اور نور احمد صاحب قریشی ٹیلر ماسٹر کے مکان واقع ''خیابان تنائی''پہنچا۔ موصوف ڈاکٹر خالد صاحب جھنگوی کے اعزاء میں سے ہیں۔ نہایت خوش اخلاق معمر بزرگ ہیں اور تقریباً 30 سال سے زاہدان میں رہائش پذیر ہیں۔ گذشتہ شب زاہدان کے شرفاء کی ایک پُرتکلف دعوت میں ان کے ہمراہ شریک ہونے کاموقع ملا۔ ایرانی لوگ تہذیب و تکلف میں اہلِ لکھنؤ سے بھی بڑھ کر ہیں۔

﴿یکم نومبر بروز منگل﴾

یکم نومبر 1966ء کی شام کو "اطمینان" کی بس پر سوار ہو کر "مشہد مقدس" روانہ ہوا۔ ایرانی اور پاکستانی وقت میں ڈیڑھ گھنٹہ کا فرق ہے۔ ایرانی سکے کو تمن کہتے ہیں جو تقریباً پاکستانی روپے کے برابر ہوتا ہے۔ 20 تمن کا ٹکٹ لے کر ایک سیٹ reserve کروا لی۔ یہاں بسوں میں overloading کا منفعی رجحان نہیں۔ زاہدان سے مشہد کا فاصلہ 700 میل ہے۔ سڑک ناہموار پہاڑی پیچ در پیچ راستوں سے گزرتی ہوئی جاتی ہے۔ راستے میں دور دور تک آب و گیاہ کا نام و نشان نہیں۔ چند ایک مختصر صاف ستھرے شہر مثلاً بیرڑ جند، گنا باد اور تربتِ حیدریہ، مشہد مقدس کے نواح و مضافات میں آباد ہیں۔

﴿3 نومبر بروز جمعرات﴾

دو دن کی مسافت کے بعد 3 نومبر کو 10 بجے دن مشہد مقدس کی پاکیزہ سرزمین پر پہنچا جہاں سلالہ خاندان نبوی، خلاصہ دو دمانِ علوی، نورِ چراغ موسوی سیدنا امام علی رضا بن سیدنا امام موسی کاظم عَلَیۡہِ السَّلَامُ کی آخری خواب گاہ ہے۔ خیابانِ طہران میں حرمِ رضوی کے قریب ''مسافر خانۂ محمدی'' میں قیام کیا۔

2۔ مشہد مقدس

ایران کے صوبہ خراسان کا ایک خوش نما شہر ہے۔ اس علاقے کو قدیم ایران میں ''طوس'' سے موسوم کیا جاتا تھا۔ حضرت امام علی رضا عَلَیۡہِ السَّلَامُ کی شہادت گاہ کا شرف نصیب ہونے کے بعد سے اسے ''مشہد مقدس'' کے متبرک نام سے پکارا جانے لگا۔ یہ شہر بہت وسیع و عریض، خوبصورت اور جدید طرز کا بنا ہوا ہے۔ فراخ اور کشادہ بازار ایرانی اور یورپی مصنوعات سے پٹے پڑے ہیں۔ مذکورہ قیام گاہ میں غسل کر کے کپڑے بدلے اور بارگاہِ رضوی میں حاضر ہوا۔ آپ کا روضۂ اقدس ایرانی فنِ تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ دیواروں اور طلائی دروازے پر ایرانی شعراء کے رشحاتِ قلم مرقوم ہیں۔ حرم امام کے اندر چہار سمت بے شمار مقفل حجرے ہیں جن میں بہت سے صلحاء امت، اکابرین اور شاہانِ وقت کے مزارات ہیں۔ انہی میں سے ایک میں حضرت امام احمد غزالیؒ بھی آرام فرما ہیں۔ مگر شیعہ مجاورین ان حجروں کو کھول کر ان مزارات کی زیارت کی اجازت نہیں دیتے۔ وسطِ عمارت میں حضرت امام رضا عَلَیۡہِ السَّلَامُ کی ضریح مقدس ہے۔ یہاں پہنچ کر قلبِ حزیں پر محبت و رافت بہار بن کر چھا گئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ امامت پناہ عالمِ مثال میں تشریف لا کر اپنے پیار بھرے مسکراتے ہوئے چہرے سے استقبال فرما کر سفر کی تمام کلفتوں اور صعوبتوں کو دور فرما رہے ہیں۔ آج جمعرات تھی۔ حرم امام تمام شب کھلا رہا اور دور دراز کے زائرین سے معمور رہا۔ بڑی مشکل سے ضریح مبارک

کی حلاوتوں سے لب آشنا ہو سکے۔ یہ بابرکت رات اسی نور آفریں فضا میں گزار کر دوسرے دن بہ تاریخ 4 نومبر نمازِ ظہر ادا کر کے ''خیابانِ غزلیی'' میں ''اتومیر شہر'' کی بس میں سوار ہو کر شام کے 5 بجے نیشاپور پہنچا۔

3۔ نیشاپور

مشہد مقدس سے 96 میل کے فاصلے پر قدیم اور خوبصورت شہر ہے جسے شیخ فریدالدین عطارؒ کا مشہد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مدتِ مدید سے شیخ عطارؒ کی بارگاہ میں حاضری کا شوق افزوں تھا۔ ''اسلامی مسافر خانہ'' میں قیام کیا۔ شہر کے درمیان میں ایک مدوّر وسیع باغیچہ ہے جس کے بیچوں بیچ ایک بلند و بالا خوبصورت فوارہ چل رہا ہے۔ جسے ''فلکۂ خیام'' کہتے ہیں۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر ''خیام'' پہنچا۔ یہ مقام شہر سے دو میل باہر ہے اور نیشاپور کی سب سے عمدہ، پُرفضا اور خوبصورت ترین سیر گاہ ہے۔ یہیں مشہور ایرانی شاعر ''عمر خیام'' کی آخری آرام گاہ ہے جس پر جدید طرز کی دنیا کی خوبصورت ترین عمارت تعمیر کی گئی ہے، جس خوبصورتی و دلکشی اور دیدہ زیبی کا نقشہ کھینچنے سے قلم عاجز ہے۔ اس کے ساتھ ہی ''خیام اسٹیڈیم'' ہے جہاں رباعیاتِ عمر خیام جہازی سائز کتبوں میں آویزاں ہیں۔ نیشاپور اور بیرون شہر کے لوگ سیکڑوں کی تعداد میں سیر و تفریح کے لیے یہاں آتے ہیں اور شب بسری کرتے ہیں۔ یہاں پر کارپردازانِ سٹیڈیم نے اہلِ قلم حضرات کے لیے ایک رجسٹر رکھا ہوا ہے جہاں زائریں اپنے اپنے تاثرات قلم بند کرتے ہیں۔ میں نے رجسٹر کو کئی مقامات سے دیکھا مگر افسوس کسی پاکستانی کا نام نہ ملا۔ ہمارے پاکستانی سیاح مشہد مقدس سے سیدھے تہران چلے جاتے ہیں اور اس تاریخی و بے نظیر شہرمیں اُترنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ یہاں سے شہر کی طرف قیمتی برقی قمقموں سے جگمگاتی ہر دو طرف خوشنما اور عطر بیز پھولوں کی گرین بیلوں کے درمیان مہکتی ایک پختہ سڑک جاتی ہے جہاں ایک کلومیٹر (6 فرلانگ) کے فاصلے پر عارفِ ربانی عاشق یزدانی حضرت شیخ

فریدالدین عطارؒ کا مرقد مبارک ہے۔ ایک خوبصورت پھول دار بیل بوٹوں سے مزین پارک کے درمیان نیلگوں گنبد کے اندر 6 فٹ لمبی اور 3 فٹ چوڑی سیاہ چمکیلے پتھر کی لوح مزار ہے۔ جس کی بلندی صرف 4، 5 انچ ہے۔ اس کے اوپر مندرجہ ذیل عبارت اور ایک شعر کندہ ہے:

آرام گاہ عارفِ ربانی سخن سرائے لاثانی شیخ فریدالدین عطار

تاریخ شہادت: شنبہ 15 صفر سال شش صد ہجری۔

کافی رات تک حجرۂ مبارک میں بیٹھا رہا اور قصیدۂ عطار کے بے خودی کے عالم میں چند شعر ترنم سے پڑھتا رہا۔ پھر ایک ٹیکسی پر سوار ہو کر واپس نیشاپور آیا اور کھانا کھا کر مذکورہ مسافرخانے میں آرام کیا۔

﴿5 نومبر بروز ہفتہ﴾

مورخہ 5 نومبر 1966ء صبح نماز و اوراد سے فارغ ہو کر تقریباً 8 بجے مشہد مقدس سے آنے والی ایک بس میں سوار ہو کر تقریباً 4 بجے ''شہرود'' پہنچا۔

4۔ شہرود

شہرود نیشاپور سے تقریباً 200 میل دور ہے۔ نہایت خوبصورت ہے۔ یہاں ''خروتن'' کے بس سٹینڈ میں اپنا سامان محفوظ مقام پر رکھوا دیا اور بستر سے ایک کمبل نکال کر بسطام جانے والی اومنی بس جو کہ ہر گھنٹہ کے بعد چلتی ہے میں سوار ہو کر عصر کی نماز سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ کے مزارِ اقدس کے پُرانوار احاطہ میں ادا کی۔

5۔ بسطام

بسطام شہرود سے 6 میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے جسے اس عارف باللہ، سلطانِ وقت کے قدوم میمنت لزوم نے رشکِ عرش بنا دیا ہے۔ ایک وسیع حرم کے اندر دو لمبوتری شکل کے گنبد دور سے نظر آتے ہیں۔ ایک عمارت میں امام زادہ محمد بن امام جعفر العباد کا بلند و بالا مزار مبارک ہے۔

ان دونوں گنبد نما عمارتوں کے درمیان کھلی فضا میں اس طائر نورانی، شہبازِ لا مکانی، حضرت بایزید بسطامیؒ کی آہنی ضریح ہے۔ یہ ضریح جالی دار لوہے کی بنی ہوئی ہے اور مسقف ہے۔ اس جالی کے اندر سنگ مرمر کی بیضوی لوحِ تربت ہے جس پر کچھ آیات کندہ ہیں۔ اس کے سرہانے کی طرف آپ کی چلہ گاہ ہے جو سنگین اور بیل بوٹے سے منقش محرابی حجرہ کی صورت میں ہے۔ اس سے ملحقہ ایک اور محرابی حجرہ ہے جس میں ادبِ شیخ کو ملحوظ رکھتے ہوئے عارفِ کامل حضرت شیخ ابو الحسن خرقانیؒ چلہ کش رہے ہیں۔ میں نے مغرب و عشاء کی نماز اس حجرہ میں ادا کی۔ یہاں آپ کی اولاد میں سے

شیخ مہدی نام کے ایک نوجوان اور نہایت شریف و خلیق خادم رہتے ہیں۔ ان سے مل کر دل بہت خوش ہوا۔ انہوں نے کہاکہ میرے والد ماجد حضرت شیخ کے خادم رہے ہیں۔ ابھی 6 سال قبل ان کا انتقال ہوا ہے، مجھے فرما گئے تھے کہ بیٹا! سلطان بایزید کی بارگاہ چھوڑ کر کہیں اور جانے کی کوشش نہ کرنا، تمہیں یہیں سب کچھ ملے گا۔ شیخ مہدی نے مجھے حضرت کے مزار مبارک کے تین عکسی خاکے اور حرم کا مکمل فوٹو دیا۔

یہاں ایک دلچسپ واقعہ بھی رُونما ہوا۔ جب میں حضرت بایزید بسطامیؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا تو مزار پر موجود مجاور سے ملاقات ہوئی۔ وہ لگ بھگ کوئی 32 سال کا جوان تھا۔ میں نے اسے کہا کہ میں چاہتا ہوں آج رات کا قیام حجرہ کے اندر کروں، جو آپ کی عبادت گاہ ہے اور مزار بھی ہے۔ اُس جوان نے کہا کہ اوقاف کے نظام کے مطابق شام کے بعد مزار شریف کو بند کر دیا جاتا ہے۔ میرے اختیار میں نہیں کہ اب دروازہ کھول سکوں۔ لہٰذا اس نے معذرت کرلی۔ میں اس سے متصل حجرۂ مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھ گیا۔ تاہم اُس مجاور کو دو تین بار کہا لیکن اُس نے کہا کہ میں نہیں کھول سکتا۔ سو میں حجرۂ مسجد میں بیٹھا رہا۔ نصف شب کے قریب وہ جوان مجاور پریشان حال باہر نکلا۔ معلوم کرنے پر اُس نے بتایا کہ میری بیوی اُمید سے ہے، لیکن قبل اَز وقت بڑی شدت کی درد شروع ہوگئی ہے۔ رات کے اِس پہر اِس دیہات کے قرب و جوار میں کوئی اسپتال یا شفاخانہ بھی نہیں ہے۔ دور جانا پڑے گا۔ میری بیگم بہت تکلیف میں ہے، لیکن میں کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے اسے کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے پاس کچھ ادویات اور انجیکشن بھی تھے۔ میں اس کے ساتھ گیا اور اس کی بیوی کو ضروری دوائیاں وغیرہ دیں۔ فوراً درد کا اِفاقہ ہوگیا اور تھوڑی دیر میں بڑی سہولت کے ساتھ بچے کا تولد ہوگیا۔ وہ مجاور میرے قدموں میں گر پڑا، رونے لگ گیا اور معافی مانگتا رہا کہ میں نے آپ کو حجرہ مبارک میں اندر ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی۔ میں نے اسے کہا: کوئی بات نہیں۔ بہرحال اُس نے اُسی وقت دروازہ کھولا۔ یوں

باقی شب حضرت بایزید بسطامی کی عبادت گاہ کے اندر بسر کی اور آخر شب جلسہ گاہِ شیخ میں نوافل و اوراد ادا کیے۔ عجب درد و سوز کا نورانی سماں تھا اور اس عارف باللہ کے قرب کا وجدانی احساس جذب و کیف کی حالت طاری کر رہا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسی بابرکت راتیں تمام اہلِ ذوق کو نصیب فرمائے۔ آمین۔ اسی رات اس بحر کرم نے اپنے جمال سے مشرف فرمایا۔ صبح ایک ٹیکسی پر سوار ہو کر خرقان کی طرف روانہ ہوا۔

نوٹ: اِس واقعہ سے متعلق مزید تفصیل حضرت فریدِ ملّت کے فرزندِ ارجمند حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ یوں بیان فرماتے ہیں: 1984ء یا 1985ء میں جب میں خود بسطام حضرت بایزید بسطامیؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا تو حضرت فریدِ ملّت کا سفر نامہ میرے پاس تھا؛ یعنی اُس واقعہ کے کم وبیش اُنیس بیس سال بعد میں وہاں گیا۔ حضرت ابو الحسن خرقانیؒ کی بارگاہ میں حاضری دینے کے بعد بسطام حضرت بایزید بسطامیؒ کے مزار پر گیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو اُس وقت مجاور ایک سفید ریش تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ 1966ء میں مجاور کون تھا؟ اُس نے کہا کہ میں ہی مجاور تھا۔ اُس سے تھوڑا عرصہ قبل میرے والد کی وفات ہو گئی تھی۔ پہلے وہ خادم تھے۔ پھر وہ خدمت مجھے سپرد کر گئے۔ اُس نے کہا کہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ 1966ء میں کوئی ایسا واقعہ ہوا تھا کہ کوئی بزرگ پاکستان سے آئے ہوں۔ آپ کے بچے کا تولد ہوا ہو؟ وہ پھر ایسا کِھل گیا۔ اُس نے مجھے وہ پورا واقعہ خود سنایا۔ میں نے سفر نامہ فرید ملتؒ نکال کے وہ سطریں اُس کو دکھائیں۔ اُس نے کہاکہ وہ میں ہی تھا۔ میرے گھر میں بچہ پیدا ہوا تھا۔ ایک اللہ والے، نیک صالح ڈاکٹر اُس رات رحمت کا فرشتہ بن کر میرے ہاں آئے تھے اور انہوں نے میری بیوی کو اُس وقت دوائیاں وغیرہ دی تھیں۔ پھر وہ رات اُنہوں نے حجرہ میں گزاری تھی۔ مجاوہ کہنے لگا کہ آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ میں اُن کا بیٹا ہوں۔ یہ اُن کے سفر نامے میں درج ہے اور یہ پورا واقعہ اُنہوں نے مجھے زبانی سنایا تھا۔ اُس وقت اُس مجاور کی عمر کوئی باون ترپن

برس تھی۔ کچھ بال سفید تھے اور کچھ سیاہ تھے۔ اِس واقعے سے آپ اندازہ کرلیں کہ حضور فریدِ ملّتؒ کا اولیاء کرام کے ساتھ کتنا گہرا روحانی تعلق ہے۔ ہمہ وقت اُن کی طرف متوجہ رہتے۔

6۔ خرقان

خرقان بسطام سے 3 فرسخ (تقریباً 12 میل) دور ہے، اسے آج کل اکثر لوگ ''کلانو'' بھی کہتے ہیں۔ جو اومنی بس شہرود سے بسطام آتی ہے وہی بسطام سے خرقان بھی جاتی ہے۔ یہاں باکمال ہستی شیخ ابو الحسن خرقانیؒ آرام فرما ہیں جنہیں شیخ بایزید بسطامیؒ کے مزار مبارک سے دولتِ عرفان حاصل ہوئی تھی۔ یہی وہ نادرہ روزگار عارف ہیں جن کی بارگاہ میں سلطان محمود غزنوی ہندوستان پر سولہ بار حملہ کرنے کے بعد سومنات کی فتح سے مایوس ہو کر حاضر ہوا اور آپ کے کرتۂ مبارک کے وسیلے سے سومنات پر فتح پائی۔ یہاں آکر ایک ہیبت سی طاری ہو گئی اور فقر محمدی کا جاہ و جلال در و دیوار سے ٹپکتا ہوا معلوم ہوا۔ اسی حالت میں ایک شعر فی البدیہ زبان پر آگیا:

یہاں آتے ہیں سلطانِ زماں اکثر گدا بن کر
جسے اہلِ جہاں کاشانۂ سائل سمجھتے ہیں

یہاں بہت تھوڑی دیر ٹھہر سکا، کیونکہ صبح نو بجے مجھے شہرود سے تہران کی بس پر سوار ہونا تھا۔ بہ دلِ نخواستہ واپس شہرود آیا اور ''فروتن اتومیر'' پر سوار ہو کر جانبِ تہران روانہ ہوا۔

تہران یہاں سے 60 فرسخ (یعنی 240 میل) دور ہے۔ بس دامغان اور توران سے گزرتی ہوئی تقریباً 30 فرسخ (یعنی 120 میل) کے فاصلے پر سمنان آکر رکی۔

7۔ سمنان

سمنان ایک زمانے میں صوفیاء عظام اور طالبان علم و عرفان کا مرکز تھا۔ یہاں

بہت سے اولیاے کرام کی خانقاہیں ہیں۔ عارف باللہ حضرت شیخ علاؤ الدین سمنانی کا مزار شہر سے تین فرسخ (12 میل) دور ہے۔ وقت کی کمی کے باعث میں وہاں نہ پہنچ سکا۔ نمازِ ظہر ادا کی اور بس پھر روانہ ہو گئی۔ تقریباً 4 بجے بخیر و عافیت تہران پہنچ گیا۔

ایران کے 11 صوبے ہیں اور تقریباً 180 بڑے بڑے شہر ہیں۔ بڑے بڑے چوراہوں پر فردوسی، سعدی، بو علی سینا دیگر شعراء اور شاہانِ ایران کے بت ہر طرف نصب ہیں۔

8۔ تہران

تہران ایرانِ جدید کا دار الخلافہ ہے۔ میلوں میں پھیلی ہوئی ہر طرف خوبصورت کثیر المنازل بلند و بالا عمارتیں، وسیع اور کشادہ بازار، ہر طرف خوش پوش اور ایرانی لباس میں ملبوس مرد و زن کا جمِ غفیر نظر آتا ہے۔ بڑی بڑی دکانیں ایرانی قالینوں اور یورپی مصنوعات سے معمور نظر آتی ہیں۔ یہاں پہلوی یونیورسٹی ہے جہاں مقامی طلباء کے علاوہ غیر ملکی طلبہ بھی کافی تعداد میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

9۔ شاہ زادہ عبد العظیم

تہران سے تقریباً 8/6 میل دور شاہ زادہ عبد العظیم ایک چھوٹا سا شہر ہے جو تہران کی گنجان آبادی سے الگ ایک پُر فضا مقام ہے۔ اسی شہر کو ایرانِ قدیم میں "رَے" سے موسوم کرتے تھے۔ مشہور مفسر امام فخر الدین رازی اور امام ابن جریر طبری اسی مردم خیز علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہیں ایک ریسٹورنٹ میں قیام کیا۔ نمازِ مغرب شاہزادہ عبدالعظیم کے حرم میں ادا کی۔ شاہزادہ موصوف امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح مرقوم ہے۔ شاہزادہ عبدالعظیم بن سید عبد اللہ بن سید علی بن سید حسن بن زید شہید بن امام حسن مجبتیٰ۔ سلطان ناصر الدین قاچار نے اس حرم کی تعمیر میں دریا دلی سے زرِ کثیر خرچ کیا ہے اور

عقیدت کے پھول کشادہ ظرفی اور کمال فیاضی سے نچھاور کیے ہیں۔ بعد از نماز عشاء واپس قیام گاہ میں آکر آرام کیا۔

7 نومبر بروز پیر

صبح 7 نومبر 1966ء بروز پیر ایک ٹیکسی پر سوار ہو کر ایک فرسخ (4 میل) کے فاصلے پر واقع حضرت شہر بانوؒ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ یہ مزار ایک چھوٹی سے پہاڑی پر ہے۔ یہ سارا علاقہ جس میں تہران اور اس کے مضافات شامل ہیں، زمانہ قدیم میں صوبہ "رَے" میں شامل تھا۔ یہ مقام جسے شاہزادہ عبدالعظیم کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس کا دارالخلافہ تھا۔ اسی "رَے" کی حکومت کے لالچ میں ابن سعد بدبخت نے امام حسین عَلَیۡہِ السَّلَامُ سے جنگ کی اور یزید لعین کے ایماء پر آپ عَلَیۡہِ السَّلَامُ کو شہید کیا۔ مرورِ زمانہ نے ابن سعد کا نام تو صفحہ ہستی سے مٹا دیا مگر خسرو ایران یزدگرد کی شہزادی، امام عالی مقام کی رفیقۂ حیات، حضرت شہر بانو جنہوں نے عجمی نژاد ہوتے ہوئے میدان کربلا میں شہزادگی کی راحتوں کو بھول کر شہیدِ کربلا کا اس ابتلاء و آزمائش کی گھڑیوں میں کمال استقامت و استقلال سے بھرپور ساتھ دیا، اسی پر بس نہیں بلکہ اپنے جوان بیٹے علی اکبر اور معصوم بیٹے علی اصغر عَلَیۡہِمَا السَّلَامُ کو بصد صبر و تحمل آپ کے قدموں پر نثار کر دیا۔ یہی شہزادی شہر بانو آج "رَے" کی ایک پہاڑی پر محوِ خواب ہیں اور زبانِ حال سے فرما رہی ہیں:

وَأَعْلَامِي عَلَى رَأْسِ الْجِبَالِ

(اور میرے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر نصب ہیں۔)

یہ عجیب پُردرد مقام ہے۔ یہاں سے نیچے اترنے کو دل نہیں چاہتا۔

10۔ قم

آج شام کو 5 بجے "ایران پیما" کی بس پر سوار ہو کر "قم" پہنچا جو تہران سے 25 فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں حضرت امام علی رضا عَلَیۡہِ السَّلَامُ کی ہمشیرہ آرام فرما ہیں۔ جنہیں "معصومۂ قم" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

یہ حرم بھی عجمیوں کی صنعت کا عجیب نمونہ ہے۔ عشاء کی نماز وہیں ادا کر کے "مسافرخانہ ابن سینا" میں ٹھہرا۔ یہاں کئی کتب خانے اور مطابع ہیں۔ یہیں سے میں نے فیض الاسلام کی تالیف کردہ شرح نہج البلاغة اور شرح نہج البلاغة کی عربی زبان میں لکھی گئی شرح الدرة النجفة خریدیں۔ اور "میہن نورد" کی بس پر سوار ہو کر "شیراز" کی طرف روانہ ہوا۔

8 نومبر بروز منگل

11۔ اصفہان

راستے میں 50 فرسخ کے فاصلہ پر قدیم ایران کا دار الخلافہ "اصفہان" آتا ہے۔ تہران اور مشہد کے بعد اصفہان ایران کا تیسرا بڑا شہر اور صوبہ اصفہان کا دار الحکومت ہے۔ یہ قومی دار الحکومت تہران کے 340 کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔ مجھے ایک اصفہانی دوست الحاج رحیم بخش صاحب مل گئے جنہوں نے اپنی معیت میں مجھے اصفہان کی سیر کرائی۔

(1) کاخ چہل ستون

یہ سنگ سرخ کے 20 ستونوں پر مشتمل نادرہ روزگار محل ہے جسے شاہ عباس صفوی نے اپنے لیے تعمیر کرایا تھا۔ چہل ستون کا مطلب ہے چالیس ستونوں والا محل۔ شاہ عباس دوم نے اسے تعمیر کروایا تھا۔ محل کے سامنے ایک طویل تالاب ہے اور چاروں طرف باغات ہیں، محل کی بڑی عمارت لکڑی کے بیس ستونوں پر کھڑی ہے۔ ستونوں کا عکس تالاب میں پڑتا ہے تو وہ چالیس نظر آتے ہیں اس لیے یہ چہل ستون محل کے نام سے یاد کیاجاتاہے۔ اس کے بعد میدانِ شاہ میں "مسجد شاہ عباس" دیکھی۔

(2) مسجد شاہ عباس

یہ مسجد شاہ عباس صفوی کی تعمیر کردہ ہے۔ عجیب حیرت انگیز عمارت ہے۔ تمام مسجد پر فیروزی پچکاری کی جگمگاہٹ آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔ اسی کے سامنے شاہ عباس کے نیک دل اور بزرگ طینت وزیر شیخ لطف اللہ کی مسجد ہے۔ فنِ تعمیر میں یہ بھی دنیا کی بے نظیر مساجد میں سے ایک ہے۔

(3) مسجد غازی لطف اللہ

اس مسجد کے نیچے کی زمین بالکل خالی ہے۔ جب اس مسجد کے وسیع اور فراخ گنبد

کے فرش پر پاؤں مارا جائے تو سارا گنبد لرزتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور ایک عجیب گونج پیدا ہوتی ہے۔ اس مسجد میں زمانہ سلف کے اکثر بزرگوں نے شب بیداری کی سعادت حاصل کی ہے۔ ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفر نامہ میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالامقامات دیکھ کر شام کو شیراز جانے والی ایک اور بس میں سوار ہوا۔ بس رات کے 12 بجے شیراز پہنچی، جب رات کی زلفیں تا بہ کمر آ پہنچی تھیں۔

12۔ شیراز

شیراز ایران کا پانچواں بڑا شہر ہے۔ یہ صوبہ فارس کا دار الخلافہ ہے۔ شیراز کا موسم معتدل ہے۔ حافظ شیرازی، شیخ سعدی، شیخ ابو عبد اللہ خفیف، شیخ روز بہان بقلی اور ملا صدرا جیسی نابغہ روزگار ہستیاں اس شہر میں آسودۂ خاک ہیں۔ یہاں پہنچ کر حرم سید احمد بن امام موسیٰ کاظم المعروف بہ شاہ چراغ کے بالکل سامنے "قیام گاہِ اَحمد" میں فروکش ہوا۔

﴿9 نومبر بروز بدھ﴾

مورخہ 9 نومبر بروز بدھ صبح 4 بجے اٹھ کر وضو کر کے حرم امام میں گیا، دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اہلِ شیراز امام موصوف کی بہت عزت و توقیر کرتے ہیں۔ شاہانِ سلف نے یہاں بھی پانی کی طرح زر و سیم بہا کر حرم کو نادرہ روزگار بنا دیا ہے۔ صبح کی نماز و اوراد سے فارغ ہو کر ایک ٹیکسی میں سوار ہوا اور حضرت حافظ شیرازی کے مزار پر گیا۔

(1) مزار حافظ شیرازی

حافظ شیرازی آٹھویں صدی ہجری کے فارسی زبان کے مشہور شاعر ہیں، ان کا مزار ایک خوش نما باغیچے کے وسط میں ایک چہار دری کے اندر سنگ یشب کا بنا ہوا ہے۔ کافی دیر تک "دیوانِ حافظ" کے اشعار گنگناتا رہا، ساری فضا سرور و مستی اور کیف و نشاط سے معمور و مسرور نظر آتی ہے۔ یہ مزار شہر سے ایک میل باہر ہے۔ یہاں سے ایک ٹیکسی کے ذریعے حضرت شیخ سعدی کے مزار پر حاضر ہوا۔

(2) مزارِ شیخ سعدی

شیخ سعدی اپنی پر حکمت نصائح کی وجہ سے مشہور ہیں۔ آپ کا پورا نام مصلح الدین شیخ سعدی ہے۔ آپ ایک بہت بڑے معلم مانے جاتے ہیں۔آپ کی دو کتابیں گلستان اور بوستان عالمی ادبیات میں ممتاز و منفرد مقام رکھتی ہیں۔ پہلی کتاب گلستان نثر میں ہے جب کہ دوسری کتاب بوستان نظم میں ہے۔ آپ کی نثر کا ہر لفظ درِّ بے مثل اور نظم کا ہر مصرع سلکِ مروارید ہے۔ آپ نے سو برس کی عمر میں شیراز، ایران میں انتقال فرمایا۔آپ کا مزار شیراز شہر سے تقریباً 4 میل باہر ہے۔ نہایت خوش نما باغیچہ کے اندر سنگ مرمر کی نہر موسوم بہ "رُکن آباد" کے کنارے ایک خوبصورت سا نیلگوں گنبد ہے۔ جس کے اندر دلکش لوحِ مزار ہے۔ اس پر شیخ کا درج ذیل قصیدہ کندہ ہے:

پہلا شعر:

كَرِيْمُ السَّجَايَا جَمِيْلُ الشِّيَمِ
نَبِيُّ الْبَرَايَا شَفِيْعُ الْأُمَمِ

(آپ کریم طبیعت اور خوب صورت خصلت کے مالک ہیں۔ مخلوقات کے نبی اور اُمتوں کی شفاعت فرمانے والے ہیں۔)

آخری شعر:

چہ نعت پسندیدہ گویم ترا
علیک السلام اے نبی الوریٰ

بیرونی دروازہ پر مندرجہ ذیل شعر مرقوم ہے جسے پڑھ کے دل میں سوز و گداز شعلہ نظر آتا ہے:

ہزار سال پس از مرگ او گرش بوئی
زخاک سعدی شیراز بوئے عشق آمد

(3) مزار شیخ ابو عبداللہ خفیف

شیخ ابو عبداللہ خفیف چوتھی صدی ہجری کے عظیم عالم دین اور صوفی ہیں۔ آپ کے والد کانام اسفکشار تھا۔ آپ شیراز کے شاہی خاندان سے تھے آپ کی والدہ نیشاپور کی تھیں، سفینۃ الاولیاء میں آپ کا سال وفات 371ھ درج ہے ۔

آپ کا مزار شیراز کے بازارِ وکیل کی پشت پر ایک پرانی گلی کی دائیں جانب واقع ہے۔ ان کے خادم کو بلا کر دروازہ کھلوایا۔ ایک پرانے کمرے میں سیمنٹ کی لوح تربت ہے۔ سامنے ایک چھوٹی سے محراب ہے جہاں حضرت شیخ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ آپ بہت بڑے عارف باللہ تھے اور ”شیخ الاسلام“ کے لقب سے مشہور تھے۔ دائم الصوم

تھے۔ شام کو صرف 7 عدد میووں سے افطار فرمایا کرتے تھے۔ بہت کمزور اور ہلکے پھلکے جسم کے تھے۔ اسی لیے آپ کا لقب خفیف پڑ گیا۔ آپ شافعی المذہب ہیں اور بہت سی کتب کے مصنف ہیں۔ حضرت شیخ سعدی ان کے مزار کے مجاور رہے ہیں اور اپنی ایک سوگند میں ان کو "شیخ کبیر" سے یاد کیا ہے:

بذکر و فکر و عبادت بروح "شیخ کبیر"
بحق روز بہان و بحق پنج نماز

ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ پانچ وقت شیخ کبیر کے بالا خانے پر نقارہ بجتا تھا اور تمام اہلِ شیراز جمعرات کو یہاں حاضری دیتے تھے۔ بکثرت ہجوم و اژدہام رہتا تھا۔ یہاں سے نکل کر "درب شیخ" پہنچا۔

(4) شیخ روز بہان بقلی شیرازیؒ

آپ کا اسم گرامی ابو محمد بن ابی البقراء البقلی الشیرازی تھا۔ آپ سلطان الفقراء برہان العلماء اور قدوۃ العشاق کے خطابات سے مشہور تھے۔ آپ نے عراق، شام اور حجاز کے سفر کیے۔ شیخ ابوالنجیب سہروردی کے سکندریہ کے دار العلوم میں بخاری شریف کے درس میں ہم سبق تھے۔

آپ کو شیخ سراج الدین محمود بن خلیفہ بن عبد السّلام بن احمد بن سال سے خرقۂ خلافت ملا۔ شیراز کے اطراف میں ریاضت کرتے رہے۔ آپ ان ریاضات کے دوران صاحب شوق و وجد و سماع ہوئے۔ آپ نے شیراز کے جامع عتیق میں پچاس سال درس و وعظ مجالس و محافل کو دعوت و ارشاد کے چراغوں سے روشن رکھا اور اوہام اور بدعات کی تاریکیوں کو کافور کرتے رہے۔

"درب شیخ" شیراز کا ایک قدیم کوچہ ہے۔ یہاں حضرت شیخ روز بہان بقلی شیرازیؒ کا مزار ہے۔ یہ مزار ایک بوسیدہ مکان میں واقع ہے۔ آپ کے پس پشت آپ

کی بیوی اور تین صاحبزادوں کی قبریں ہیں۔ آپ کی لوحِ مزار کافی طویل پتھر کی ہے۔ آپ اِشاری تفسیر ”عرائس البیان“ کے مصنف ہیں اور صاحبِ حال بزرگ گزرے ہیں۔ اکثر حالتِ جذب میں ”شطحیات“ فرماتے۔ آپ نے ابن عربی کی شطحیات کی شرح بھی کی۔

اس لیے آپ اہلِ شیراز میں 'شطاح' کے نام سے مشہور تھے۔

ان دونوں بزرگوں (ابو عبد اللہ خفیف اور شیخ روز بہان بقلی) کو اکثر اہلِ شیراز نہیں جانتے۔ میں نے بڑی کوشش کی مگر ان کے مزارات کا پتہ نہ ملا۔ آخر حافظ شیرازیؒ کے ایک بزرگ خادم کے ذریعے ان کی زیارت کاموقع ملا۔

(5) تختِ جمشید

تختِ جمشید ایران کے ہخامنشی سلطنت کے فرمانرواؤں کا عظیم الشان دار السلطنت تھا، جسے سکندر اعظم نے دارا سوم کو شکست دے کر آگ لگا دی اور ویران کر دیا تھا۔ یہ شیراز سے چالیس میل شمال مشرق میں واقع ہے۔شاہی محلات کے کھنڈر اب بھی قدیم فن تعمیر کا بہترین نمونہ پیش کرتے ہیں، جو کہ صنادید عجم کے مرورِ ایام کی سیف کے بچے کھچے آثار کا روپ دھار چلے ہیں۔ یگانہ روزگار آثار سے ہیں۔

﴿10 نومبر بروز جمعرات﴾

آج مورخہ 10 نومبر بروز جمعرات 3 بجے 'میھن نورد' کی بس پر سوار ہوکر 'گاذرون' روانہ ہوا۔ جہاں شیخ ابو اسحاق گاذرونی کی بارگاہ میں حاضری کا خیال ہے۔ بس شام کے 6:30 بجے گاذرون پہنچی۔

13۔ گاذرون

یہ ایک چھوٹا سا پرانی طرز کا شہر ہے۔ شہر کی مشرقی جانب 'حوض گنج آباد' سے متصل شیخ ابو اسحاق ابراہیم گاذرونی کا مقبرہ اور مسجد ہے۔ چھوٹے سے حجرہ کے اوپر ایک طویل سبز رنگ کا گنبد ہے۔ حجرہ کے اندر ایک بوسیدہ چوبی جالی کے اندر لوح مزار ہے۔

شیخ ابو اسحاق ابراہیم گاذرونی

آپ شیخ ابو سعید ابو الخیر کے ہم عصر ہیں اور مشہور عارف باللہ ہیں۔ آپ کے ہاتھوں ہزاروں کفار نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی درگاہ اجابتِ دعا کے لیے تریاقِ مجرب مشہور ہے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہزاروں زائرین اس درگاہ پر حاضر ہوتے اور دور دور سے طالبانِ حق بادۂ معرفت سے سرشار ہونے کے لیے پہنچتے ہیں۔ مگر اب حجرۂ مزار مقفل ہوتا ہے اور وہاں کا کوئی شخص بقصدِ زیارت حاضر ہوتے نہیں دیکھا۔ آپ کے دروازہ پر مندرجہ ذیل شعر کندہ ہے:

بَابُنَا مَفْتُوْحٌ لِمَنْ دَخَلَ
وَجَفْرُنَا مَبْسُوْطٌ لِمَنْ أَكَلَ

آنے والے کے لیے ہمارا دروازہ کھلا ہوا ہے، اور کھانے والے کے لیے

ہمارا دسترخوان وسیع ہے۔

مگر آج زیارت کے لیے خادمِ درگاہ سے جو آپ کے کمالات سے قطعًا بے بہرہ ہے دروازہ کھلوانا پڑا۔ عشاء کی نماز اس جگہ پڑھ کر رات بھر ذکر و فکر اور مجاہدہ و مراقبہ میں مشغول رہا۔ آپ کے انس و توجہ اور نگاہِ لطف عنایت کی فراوانی نے نیند کافور کر دی۔ آخر شب نوافل وغیرہ ادا کرکے تھوڑی دیر کے لیے اندر ہی لیٹ رہا۔ عالمِ خواب میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا: جب تم حرمین شریفین سے واپس ہوگے تو تمہارے والد محترم کا انتقال ہوچکا ہوگا اور تمہاری دستار بندی ہوگی۔ بیداری پر طبیعت سخت غمگین تھی (چنانچہ یونہی ہوا)۔ صبح کی نماز وہیں ادا کی۔ البتہ آپ کے حجرہ کے اندر شاہانِ سلف کے وقف کیے ہوئے ایرانی قالینوں کے ٹکڑے جن پر 'وقف برائے شیخ ابو اسحاق گاذرونی' کندہ ہے، عظمتِ پارینہ کی یادگار ہیں۔ تقریباً 9 بجے 'میہن نورد' کی بس جانبِ ابدان روانہ ہو رہی ہے۔ گاذرون سطح سمندر کے متوازی جگہ ہے۔ یہاں سردی کا نام و نشان نہیں۔ ایران کے سخت سرد علاقے مشہد مقدس، تہران اور شیراز وغیرہ سے گذر آیا ہوں اور اب عراق کی سرحد قریب آ رہی ہے۔ شیراز سے گاذرون تک کا راستہ بلند و بالا پہاڑوں کے پیچیدہ اور نہایت دشوار گزار کوہ ہائے سر بفلک کے پیچ و خم سے گزرتا اور بلندیوں سے نیچے اترتا ہوا یہاں پہنچتا ہے۔ ابن بطوطہ نے لکھا کہ شیراز سے گاذرون ایک دن کا راستہ ہے۔ میں حیران ہوں کہ ایسا دشوار گزار راستہ جو کہ 22 فرسخ (88 میل) کے قریب ہے، اس آہن صفت سیاح نے اپنے بلند عزم کی بدولت کتنی جلدی طے کر لیا۔ گاذرون سے تہران تقریباً 80 فرسخ (320 میل) ہے۔ درمیان میں گنبدان، بہبہان اور اہواز مشہور شہر آتے ہیں۔ موخر الذکر قدیم، تاریخی، نہایت وسیع اور خوبصورت شہر ہے۔ دریائے قارون کے کنارے آباد ہے۔ شام کو 8 بجے ہماری بس 'اھواز' میں داخل ہوئی۔ 28 رجب المرجب کی شب کی وجہ سے شہر بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ بس گزرتی ہوئی تقریباً

رات 11 بجے ابدان پہنچی۔

14۔ ابدان

کسی زمانہ میں بہ کثرت عابد و زاہد لوگوں کے یہاں رہائش پذیر ہونے اور دجلہ و فرات کے کنارے اس ویران و سنسان صحراء میں یادِ حق میں مشغول رہنے کی وجہ سے اس جگہ کا نام 'عبادان' ہوگیا تھا۔ جو بدل کر ابدان بن گیا مگر اب وہاں جدید طرز کا خوبصورت شہر آباد ہے جو ایران کے تیل کا منبع ہے۔ تقریباً 500 تیل کے کنویں بنے ہوئے ہیں۔ جہاں سے کافی مقدار میں تیل برآمد کیا جاتا ہے اور وہاں سے 'ٹینکر' بھر بھر کر غیر ممالک کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

بہت سے پاکستانی خیاط (درزی) یہاں آباد ہیں۔ رات کو مسافر خانہ شیراز میں قیام کیا۔

﴿11 نومبر بروز جمعہ﴾

مورخہ 11 نومبر بروز جمعۃ المبارک علی الصبح ابدان میں کمبرگ چوکی پہنچ کر 'خروجِ ایران' کی مہر پاسپورٹ پر لگوائی۔ اور ایک لانچ پر سوار ہو کر 'سیبہ' جو کہ عراق کی اولین سرحدی چوکی ہے پہنچا۔ یہاں گمبرک (چوکی) پر 'دخولِ عراق' کی مہر لگائی جاتی ہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر تقریباً 2 بجے ایک ٹیکسی پر سوار ہو کر 'بصرہ' کی طرف روانہ ہوا۔

عراق

1۔بصرہ

بصرہ عراق کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ یہ عراق کی اہم ترین بندرگاہ اور بصرہ کا صوبائی دار الحکومت ہے۔

شہر خلیج فارس کے قریب شط العرب کے کنارے واقع ہے۔ شہر کے گرد تیل کے وسیع ذخائر اور کنویں ہیں۔ علاوہ ازیں بصرہ انتہائی زرخیز علاقہ بھی ہے جہاں چاول، مکئ، جَو، گندم، کھجوریں اور دیگر اجناسِ خوردنی وافر پیدا ہوتی ہیں جبکہ مویشی بھی پالے جاتے ہیں۔

11 نومبر 1966ء بروز جمعۃ المبارک 4 بجے ٹیکسی بصرہ پہنچی۔ بشیر احمد ولد شفیع حجام 'شارع الثورہ' کی دکان پر گیا۔ (میں ان دنوں کانویں والا تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ میں تھا اور محمد شفیع میرے حجام تھے۔ انہیں کے لڑکے بشیر احمد بصرہ میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہیں اور صالون حلاقت بشیر شارع عثاد النورہ بصرہ میں کام کرتے ہیں۔ بشیر صاحب بڑے تپاک اور گرم جوشی سے ملے۔ سامان وغیرہ رکھوایا چائے اور پھلوں سے تواضع کی۔ پھر ایک ٹیکسی پر ان کے ہمراہ 'زبیر' پہنچا۔ (زبیر۔ بصرہ جدید سے تقریباً 12 میل دور ایک قصبہ ہے جہاں سیدنا زبیر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کا مزار مبارک ہے اور قدیم بصرہ کے

زمانہ میں وہیں آباد تھا۔

(1) حرم زبیر رضی اللہ عنہ

عصر اور مغرب کی نماز جامع زبیر میں ادا کی۔ صحابیِ رسول سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ جنگ جمل میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ بڑا سکونِ قلب حاصل ہوا۔ آپ کے دربار پر بنوں کا رہنے والا ایک پٹھان خادم رہتا ہے جو تقریباً 20 سال سے یہاں مقیم ہے۔ ذرا درشت مزاج ہے مگر کام کا آدمی ہے۔ شام کا کھانا وہیں تناول کیا۔ آپ کے حرم کے سامنے ایک سرائے ہے جس میں کئی کمرے اور ہر قسم کی سہولتیں زائرین کے لیے میسر ہیں۔ ہر صادر و وارد یہاں رہتا ہے۔ خان صاحب نے مجھے بھی ایک کمرہ کھول دیا۔ رات وہیں بسر کی۔ حرم سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ میں نماز باجماعت ادا کی۔

(2)مقبرہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ

اس کے بعد سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوا۔ قدیم بصرہ کی فصیل کے اندر پرانے قبرستان میں محو استراحت ہیں۔ آپ مشہور تابعی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہ کر علم و عرفان کی دولت سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت اُم سلمہ کی کنیز تھیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش حاصل کی۔ آپ کے پائین مزار حضرت امام ابن سیرین کا مزار ہے، جو عظیم المرتبت تابعی ہیں اور مشہور معبر رویا گزرے ہیں۔ آپ کو امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ اسی مقبرہ میں حضرت حبیب العجمی، شیخ سہل بن عبد اللہ التستری، حضرت مالک بن دینار اور حضرت عتبہ الفلام الگ الگ

قبوں میں آرام فرما ہیں، مگر اب مرورِ زمانہ سے ان کے قبوں کے نشانات مٹ چکے ہیں اور نہ ان کے مزارات کا پتہ ملتا ہے۔ البتہ سیدنا حسن بصری کی قبر کے قبلہ کی جانب قبرستان کے آخر میں چند طویل قبریں ہیں جن کے سرہانے سنگین لوحِ تربت پر کچھ قدیم رسم الخط منقوش ہے۔ مگر پڑھا نہیں جاتا، غالبًا یہ شہداء جمل کے مزارات ہیں۔ واللہ أعلم بالصواب۔

(3)مزار حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

مقبرہ حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی زیارات سے فارغ ہو کر ٹیکسی کے ذریعے شائبہ پہنچا۔ یہ جدید بصرہ سے تقریبًا 20 کلومیٹر دور ہے۔ نیز وہ ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ سڑک نصف کے قریب پختہ اور عمدہ ہے اور بقیہ نصف شکستہ اور کچی ہے۔ ٹیکسی والے عمومًا شائبہ جانے سے کتراتے ہیں۔ یہ مقام ریلوے اسٹیشن سے تقریبًا 3، 4 فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ اسے 'دائرۃ الجیش' یعنی فوجی علاقہ کہتے ہیں۔ خاردار تاروں کے اندر حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کے جلیل القدر صحابی و خادم حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ آرام فرما ہیں۔ آپ کی تربت ایک کچے اور شکستہ گنبد کے اندر ہے۔ 1918ء کی جنگِ عظیم اول میں جب ہندوستانی مسلمانوں کی فوج انگریزوں کی حمایت میں ترکی کے خلاف جنگ کے لیے عراق آئی تھی تو ان کی گولیوں کے نشانات روضہ کی دیواروں اور گنبد پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ ساتھ ہی ہندوستانی فوج کی بنائی ہوئی ایک کچی مسجد بھی ہے جو ہندوستانی دیہاتی طرزِ تعمیر کی عکاسی کر رہی ہے۔ ایک فوجی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس علاقہ کے اندر بغیر کمانڈر کی اجازت کے کوئی نہیں جاسکتا، اس لیے بادلِ نخواستہ کانٹے دار تاروں کی باڑ سے باہر ہی کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی اور اسی ٹیکسی پر جدید بصرہ واپس ہوا۔

راستے میں پختہ سڑک کے دائیں جانب جدید بصرہ سے تقریباً 2، 3 میل باہر سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مزار مبارک ہے۔ یہیں سے ایک پختہ سڑک کویت جاتی ہے۔

(4) مزار حضرت طلحہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

آپ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حضور نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ غزوۂ احد میں جب حضور نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ کی شہادت کی افواہ سن کر مجاہدین میں ہلچل مچ گئی تھی اور صفیں درہم برہم ہوگئی تھیں، اکثر صحابہ کرام رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ پریشانی کے عالم میں جبل احد پر چڑھ رہے تھے تو سیدنا طلحہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حضور کو اپنے سینہ سے لگا کر اپنی پشت کو سپر بنائے کھڑے رہے۔ پشت مبارک پر تیروں کی بارش ہوتی رہی مگر آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ ہوئی۔ جب غزوۂ احد کے بعد حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت حسان بن ثابت رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے فرمایا: طلحہ کی شان میں کچھ شعر کہو۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے درج ذیل اشعار پڑھے:

وَطَلْحَةُ يَوْمَ الشِّعْبِ آسَى مُحَمَّدًا
عَلَى سَاعَةٍ ضَاقَتْ عَلَيْهِ وَشَقَّتِ
يَقِيْهِ بِكَفَّيْهِ الرِّمَاحَ وَأَسْلَمَتْ
أَشَاجِعُهُ تَحْتَ السُّيُوْفِ فَشُلَّتِ
وَكَانَ إِمَامَ النَّاسِ إِلَّا مُحَمَّدًا
أَقَامَ رَحَا الْإِسْلَامِ حَتَّى اسْتَقَلَّتِ(2)

گھاٹی والے دن حضرت طلحہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے حضور نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ کی بھرپور غم خواری کی۔ ایک ایسی گھڑی میں جو

---

(2) أخرجه الحاكم في المستدرك، 3/ 27، الرقم/ 4311، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، 25/ 106.

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ پر سخت تنگی اور مشقت والی تھی، وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے ہاتھوں سے تیروں سے بچاتے رہے جس کی وجہ سے ان کی انگلیاں تلواروں تلے شل ہو گئیں۔ اور وہ (طلحہ) حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کے علاوہ باقی تمام لوگوں کے امام تھے اور انہوں نے اسلام کی چکی کو قائم و دائم رکھا حتی کہ اسلام میں استقلال آگیا۔

حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اپنے زمانۂ خلافت میں جب اداس ہوتے تو حضرت طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے فرماتے: ذرا پشت سے قمیض اٹھاؤ۔ حضرت طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اپنی پشت مبارکہ برہنہ فرماتے اور فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ فرطِ عقیدت سے اسے بوسے دیتے اور فرماتے کہ یہی وہ پشت ہے جو غزوۂ احد میں محبوبِ خدا کی سپر بنی تھی۔ آپ 'عشرہ مبشرہ' میں شامل ہیں اور جنگِ جمل میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

یہاں سے فارغ ہو کر واپس بصرہ پہنچا اور مارگل (جو کہ بصرہ سے تقریباً 2 کلومیٹر کے فاصلے پر ریلوے اسٹیشن کی آبادی کا نام ہے) پہنچ کر بغداد شریف کا ٹکٹ خریدا اور 6 بجے بغداد شریف جانے والی ایکسپریس میں سوار ہو کر دوسرے دن بروز اتوار بتاریخ 13 نومبر 1966ء صبح 9 بجے بغداد شریف کے ریلوے اسٹیشن پر اترا۔

13 نومبر بروز اتوار

2۔ بغداد شریف

بغداد عراق کا دار الحکومت اور سب سے بڑا شہر ہے۔ یہ ماضی میں خلافت عباسیہ کا مرکز رہا ہے۔ اسے منگول لشکروں نے تاراج کیا۔ اس شہر میں شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا مزار بھی ہے۔ دجلہ کے کنارے واقع جدید شہر کی تاریخ کم از کم آٹھویں صدی عیسوی سے منسوب ہے جب کہ آبادی اس سے بھی پہلے کی تھی۔ کسی دور میں یہ شہر دار الاسلام اور مسلم دنیا کا مرکز ہوا کرتا تھا۔

بغداد کے ریلوے اسٹیشن کے باہر ہر وقت ٹیکسیاں میسر ہوتی ہیں۔ ایک ٹیکسی میں سامان رکھا اور 'باب الشیخ' حاضر ہوا۔ باب الشیخ حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درگاہ کا نام ہے۔

(1) حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

یہاں پہنچ کر سامان صوفی غلام حسین صاحب پاکستانی کے حجرہ میں رکھا جو کہ جہلم کے رہنے والے، عمر رسیدہ بزرگ اور بارگاہِ غوثیت پناہ کے مقبول درویش ہیں۔ تقریباً 27 سال سے یہاں قیام پذیر ہیں۔ درگاہ کے سامنے حرم کے اندر آپ کا حجرہ ہے۔ آپ اکثر پاکستانیوں کو اپنے حجرہ میں ٹھہراتے ہیں اور بلا معاوضہ خدمت کرتے ہیں۔ آپ کو جو کچھ درگاہ شریف سے ملتا ہے یا اہلِ بغداد بطورِ عقیدت پیش کرتے ہیں دونوں وقت کھانا اور چائے وغیرہ تیار کرکے اپنے ہمراہ مقیم یا نووارد مسافروں کو بطیب خاطر کھلاتے ہیں اور مسرت محسوس کرتے ہیں۔ اب بیتابانہ بچشم گریاں بارگاہِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوا۔ دل کی عجیب کیفیت تھی۔ پورے 27 سال کے بعد حاضر ہونے کا موقع ملا تھا۔ آنکھیں ابر بہار کی طرح برس اٹھی تھیں اور قلب آپ کے بے پناہ تصرف و جلال سے متاثر تھا۔ بہت دیر کے بعد کچھ سکون ہوا۔ سلام عرض کیا اور

فاتحہ پڑھی۔ حضور غوث الثقلین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مزارِ اقدس ایک خوبصورت چاندی کے کٹہرے کے اندر ہے۔ روضہ مبارک کی دیواریں اور گنبد کا اندرونی حصہ خوبصورت شیشہ کے ٹکڑوں سے مزین ہے جو بجلی کی روشنی میں عجمی صفت کا عجیب نمونہ پیش کرتا ہے۔ حضور کے مواجہ شریف کے سامنے کٹہرے پر مندرجہ ذیل اشعار مرقوم ہیں:

أَنَا مِنْ رِجَالٍ لَا يَخَافُ جَلِيْسُهُمْ
رَيْبَ الزَّمَانِ وَلَا يَرَى مَا يَرْهَبُ
أَفَلَتْ شُمُوْسُ الْأَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا
أَبَدًا عَلَى فَلَكِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ

میرا تعلق ایسے افراد سے ہے جن کا ہم نشین حوادثِ زمانہ سے نہیں گھبراتا اور نہ ہی ایسی کسی شے کو خاطر میں لاتا ہے جس سے وہ خوف کھائے۔ پہلے لوگوں کے سورج چھپ گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ عزت و سربلندی کے آسمان پر طلوع رہے گا، کبھی غروب نہیں ہوگا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی تصنیف 'ہمعات' میں رقم طراز ہیں کہ حضرت غوث الاعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مزارِ اقدس ایک زندہ مزار ہے اور آپ کا فیض و تصرف جس طرح حیاتِ ظاہری میں تھا اسی طرح آج بھی ہے اور ابد الآباد تک آپ کے فیض و کرامات کا سلسلہ جاری رہے گا(3)۔

حاضری سے فارغ ہو کر باہر آیا اور اپنے شیخ سید ابراہیم سیف الدین جیلانیؒ کے مزار کی زیارت کی جو کہ صوفی غلام حسین کے حجرہ کے دائیں طرف قریب ہی ایک حجرہ میں ہے۔ صوفی صاحب کے پاس گھر سے عزیزم طاہر القادری کا خط آیا ہوا تھا، پڑھا

---

(3) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ہمعات، ص/16۔

گھر کے حالات سے آگاہ ہوا اور جواب تحریر کر کے ارسال کر دیا۔ چند ایک اور احباب کو بھی خطوط لکھے۔

دوپہر کا کھانا کھایا اور تھوڑی دیر آرام کیا۔ جامع الگیلانی میں ظہر کی نماز کے لیے حاضر ہوا۔ یہ خوبصورت اور عظیم مسجد ہے۔ اس کا فراخ اور وسیع گنبد دنیا بھر میں عدیم المثال ہے۔ اتنے میں الگیلانی کے بلند و بالا مینار سے دلکش عربی لہجہ میں اذان کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے بعد اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ یَا حَبِیْبَ اللہِ کے پُرذوق سلام نے وجد کی کیفیت طاری کر دی۔

تھوڑی دیر میں مسجد نمازیوں سے بھر گئی اور باجماعت نمازِ ظہر ادا کی۔ نماز کے بعد 'باب الشیخ' سے باہر نکلا اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مزارِ اقدس کی زیارت کے لیے تیار ہوا۔

(2) الاعظمیہ

'باب الشیخ' سے 4 کلومیٹر کے فاصلے پر امام اعظم کے مزار مبارک کی ملحقہ آبادی کا نام 'اعظمیہ' ہے، گویا ایک پورا شہر آباد ہے۔ مصلحۃ الرکاب الحکومیۃ کے نام سے یہاں پورے شہر میں سرخ رنگ کی اومنی بسیں چلتی ہیں۔ جن کے سامنے بورڈ پر مقامات کا نام لکھا ہوتا ہے۔ جگہ جگہ بس سٹاپ بنے ہوئے ہیں۔ ان بسوں میں دو درجے ہوتے ہیں۔ درجہ اول کے 15 پیسے اور درجہ دوم (جو پچھلے حصہ کا نام ہے) 10 پیسے کرایہ وصول کرتے ہیں۔ نووارد اور عام شرفاء کے لیے یہ بسیں کم خرچ اور بہت مفید ہیں۔ ٹیکسی والے ناواقف اشخاص سے بہت زیادہ کرایہ وصول کرتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں۔ سرکاری بس 'باب الشیخ' سے ہر 10، 15 منٹ کے بعد 'الاعظمیہ' جاتی ہے۔ میں اس بس کے ذریعے جب امام اعظمؒ کے مزارِ اقدس پر پہنچا تو عصر کی اذان ہو رہی تھی۔

جامع امام اعظم نہایت خوبصورت وسیع اور عریض ہے۔ قرآنِ حکیم کی آیات

طلائی حروف میں منقش ہیں۔ اسی جامع کے ایک گوشہ میں امام المسلمین امام ابو حنیفہؒ آسودۂ خواب ہیں۔ مزارِ انور پر حاضر ہوا، فاتحہ پڑھی دل کو بڑی راحت محسوس ہوئی۔ یہ اتقاء و پرہیز گاری کی وہ بلند پایہ شخصیت تھی جنہوں نے 40 سال تک عشاء کے وضو سے نمازِ فجر ادا کی۔ صبر و استقلال کا وہ عظیم پیکر تھا جنہوں نے قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں مگر عہدۂ قضاء قبول نہ کیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر اعظمیہ کے بس سٹاپ سے 'الکاظمیہ' کی طرف روانہ ہو گیا۔

(3) الکاظمیہ

اسے کاظمین شریفین بھی کہتے ہیں۔ دریائے دجلہ کے پار الاعظمیہ سے تقریباً 2 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک وسیع اور پُر فضا مقام ہے جہاں حضرت امام موسیٰ کاظم عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ اور ان کے محبوب پوتے حضرت امام محمد تقی الجواد عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ العروس کی شان کے ساتھ محوِ استراحت ہیں۔ دو سنہری گنبد اور ان کے دائیں دو سنہری مینار امامین شریفین کی عظمتِ شان کی یاد گار ہیں۔ یہ وہ بارگاہ ہے جس کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں:

وَجَدْتُّ قَبْرَ مُوْسَى الْكَاظِمِ مُجَرَّبًا لِإِجَابَةِ الدُّعَاءِ(4).

”میں نے امام موسیٰ کاظم کی قبر مبارک کو اجابتِ دعا کے لیے تریاقِ مجرب پایا۔“

یہ اہلِ بیت نبوی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کے وہ چشم و چراغ ہیں جنہیں خلیفۂ ہارون الرشید نے اسی بغداد میں ایک عرصہ تک قید و بند میں رکھا اور بالآخر اسی زندان میں آپ نے اس دنیاے فانی کو الوداع کہا۔ یہاں حاضری کے وقت عجیب رقت اور سوز و

(4) ذكره الدميرى في حياة الحيوان الكبرى، 1 / 261، وعبد الحق محدث دهلوى، اشعة اللمعات، 1 / 517.

گداز کی کیفیت تھی اور بارگاہِ ایزدی میں ان ہستیوں کے توسل سے طلبِ تمنا کے لیے دست بدعا تھا۔

اِتنی سی بات پر ہے تمنا کا فیصلہ
اِک تم میرے نصیب، تمہیں دو جہاں نصیب

امید ہے مولائے کائنات گدائے بے نوا کو اپنی دولتِ معرفت و مشاہدہ سے اس دنیا کو الوداع کہنے سے پہلے سرفراز فرمائیں گے۔

مغرب کا وقت قریب تھا، مردوں اور ان سے زیادہ عورتوں کا حرمِ امام میں اس قدر ہجوم تھا کہ کسی گوشہ میں علیحدگی و یکسوئی کی آرزو پوری نہ ہو سکی۔ اتنے میں جامع امام ابو یوسف سے اذان کی صدا بلند ہوئی۔

(4) جامع امام ابو یوسفؒ

حرم کاظمین عَلَيْهِمَا السَّلَامُ سے بالکل ملحق وسیع و خوبصورت جامع مسجد ہے جس کے ایک کمرے میں امام ابو یوسفؒ جو امام اعظمؒ کے تلمیذِ رشید تھے آرام فرما ہیں۔ نمازِ مغرب اسی جامع میں باجماعت ادا کی اور اومنی بس پر سوار ہو کر واپس 'باب الشیخ' میں پہنچا۔ صوفی صاحب منتظر تھے، کھانا کھایا اور عشاء کی نماز پڑھ کر سو گیا۔ آخر شب اٹھ کر 'جامع الگیلانی' میں نوافل و اوراد ادا کیے اور بارگاہِ غوثیہ میں حاضر ہو کر مندرجہ ذیل قصیدہ جسے آپ کی شان میں حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی نے ترتیب دیا ہے بلند آواز سے پڑھا۔ ماحول اور سامعین پر ایک وجد کی کیفیت طاری تھی:

معلیٰ غوث صمدانی، مقدس قطب ربانی
علی سیرت حسن ثانی تو محی الدین جیلانی
زہے منظور پیغمبر، نہال باغ آں سرور
زہے طوبائے رضوانی تو محی الدین جیلانی

بصورت یوسفِ ثانی بمعنی پیر کنعانی
بہ ہمت شاہ مردانی تو محی الدین جیلانی
لبتِ لعل بدخشانی رخت یاقوت زمانی
دریشت فیض حقانی تو محی الدین جیلانی
زہے سیمائے نورانی زہے فرخندہ پیشانی
کمال حسنِ انسانی تو محی الدین جیلانی
زپایت خاک افشانی شود کحل مریدانی
جہاں رامیر میرانی تو محی الدین جیلانی
مدد یا شاہ جیلانی بریں افتادہ حیرانی
تو ملجائی و جانانی تو محی الدین جیلانی
سگ درگاہ خود دانی بہاؤ الدین ملتانی
بہ فیضِ خویش رحمانی تو محی الدین جیلانی

اتنے میں نمازِ فجر کا وقت ہوگیا۔ جامع الگیلانی میں باجماعت نماز ادا کی اور اپنے شیخ سید ابراہیم سیف الدینؒ کے مزار کی پائے بوسی کے بعد صوفی صاحب کی معیت میں ناشتہ کیا۔

﴿14 نومبر بروز پیر﴾

آج بغداد شریف کی بقیہ زیارات کا پروگرام تھا۔ 'باب الشیخ' کے جنوبی صدر دروازے سے نکل کر ملحقہ بازار میں مشرق کی طرف تھوڑی دور جاکر ایک فراخ اور بارونق سڑک آتی ہے جسے 'شارعِ شیخ عمر' کہتے ہیں۔ سڑک پار کرکے سامنے مقبرہ 'الغزالی' ہے۔

4۔ مقبرہ الغزالیؒ

بغداد شریف میں ایک بہت قدیم قبرستان ہے۔ جس کے جنوب مشرقی آخری کونہ میں ایک کچے اور پرانے گنبد کے اندر حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ کا مزارِ پُرانوار ہے۔ آپ جملہ اہلِ اسلام کے عظیم مفکر اور صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ عیسائیوں اور دہریوں سے آپ کے مناظرے اور مباحث مشہور ہیں۔ بہت سی کتب کے مصنف ہیں۔ 'اِحیاء علوم الدین' اور 'کیمیاے سعادت' بہت مشہور ہیں۔ سلام اور فاتحہ سے فارغ ہو کر اسی 'شارع شیخ عمر' جاکر کچھ دور دائیں طرف ایک آبادی ہے جس کا نام 'مقبرہ شیخ عمر سہروردی' ہے۔

5۔ مقبرہ شیخ عمر سہروردیؒ

اِسی مقبرہ میں خوبصورت جامع مسجد ہے جس کے ایک گوشہ میں گنبد نما عمارت میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی آسودۂ خواب ہیں۔ یہ بزرگ سلسلہ سہروردیہ کے بانی و امام ہیں۔ حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور شیخ سعدی شیرازیؒ جیسے عظیم المرتبت بزرگوں کے شیخ طریقت ہیں۔ تصوف میں 'عوارف المعارف' انہی کی تصنیف ہے۔ آپ کے لوحِ مزار پر شیخ سعدی کے مندرجہ ذیل اشعار کندہ ہیں:

زُرْ حَضْرَةَ السُّهْرَوَرْدِيِّ الْفَتَى عُمَرًا

فَاِنَّ مَنْ زَارَهُ بِالْفَيْضِ قَدْ غُمِرَا
نَدَى الْعَوَارِفِ تَبْدُوْ مِنْ مَعَارِفِهِ
فَمَا لَهَا أَحَدٌ فِي الْكَوْنِ قَدْ نَكَرَا

تو شیخ عمر سہروری کی قبرِ انور کی زیارت کر۔ جو ان کی قبرِ انور کی زیارت کرتا ہے اس پر فیضان کی بارش برسنے لگتی ہے۔ اُن کے معارف سے اِحسان (کی شبنم) کے قطرے ظاہر ہوتے ہیں۔ کائنات میں کوئی ایسا نہیں جس نے ان کا انکار کیا ہو۔

یہاں سے فارغ ہو کر الاعظمیہ پہنچا۔

6۔ شیخ ابو الحسن نوریؒ

الاعظمیہ میں جامع امام اعظم کے جنوب مشرقی کونے سے ایک چھوٹا سا بازار نکل کر جنوب کی طرف مڑ جاتا ہے۔ چند قدم چل کر بائیں ہاتھ ایک بند کوچہ میں آپ کا مزار ہے۔ مزار ایک گنبد نما چار دیواری کے اندر ہے۔ آپ حضرت شیخ سری سقطیؒ کے خلیفہ اور حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کے ہم عصر اور پیر بھائی ہیں۔ بہت بڑے عالم، زاہد اور کامل بزرگ تھے۔ آپ کا پورا نام ابو الحسن احمد بن محمد ہے۔ آپ کے چہرے پر اتنا حسن و جمال اور نور تھا کہ جب چراغ کی روشنی میں تشریف لے جاتے تو نورِ چراغ ماند پڑ جاتا۔ اس لیے نوری لقب سے موسوم ہوئے۔ امام شعرانی 'الطبقات الکبریٰ' میں فرماتے ہیں:

كَانَ النُّوْرِيُّ إِذَا دَخَلَ مَسْجِدَ الشُّوْنِيْزِيَّةِ انْقَطَعَ ضَوْءُ السِّرَاجِ مِنْ

ضِيَاءِ وَجْهِهِ[5].

شیخ ابو الحسن احمد بن محمد النوری جب جامع مسجد شونیزیہ میں داخل ہوتے تو ان کے چہرے کی روشنی سے چراغ کی روشنی غائب ہو جاتی۔

آپ کا انتقال 295 ہجری میں ہوا۔

7۔ شیخ بشر الحافیؒ

'جامع امام اعظمؒ' کے عین شمال کی طرف ایک گلی جاتی ہے، جس کے سامنے 'جامع بشر الحافی' ہے۔ اسی جامع کے ایک کمرے میں آپ کا مزار ہے۔ آپ حضرت فضیل بن عیاضؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حضرت خضر عَلَيْهِ السَّلَامُ اکثر آپ کے پاس تشریف لاتے تھے۔ آپ علم ظاہر و باطن دونوں کے جامع تھے۔ منقول ہے کہ توبہ کے وقت آپ شراب خانے میں تھے کہ باہر سے کسی نے پکارا۔ آپ ننگے پاؤں باہر نکلے۔ پکارنے والے نے کہا: 'بشر! ابھی تمہاری توبہ کا وقت نہیں آیا؟ اچانک حالت متغیر ہوگئی اور ننگے پاؤں ہی حضرت فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں پہنچے اور حصولِ علم و معرفت کے بعد ساری عمر بغداد میں ننگے پاؤں پھرتے رہے اور کہتے تھے کہ وقتِ توبہ چونکہ میں نے ننگے پاؤں اپنے محبوبِ حقیقی کی آواز پر لبیک کہی تھی اس لیے مجھے یہی حالت پسند ہے۔ آپ جب تک زندہ رہے بغداد کی سڑکوں اور گلیوں میں کسی جانور نے بول و براز نہیں کیا۔ عشرۂ محرم 227 ہجری میں آپ نے وصال فرمایا۔ امام احمد بن حنبلؒ آپ کے نہایت عقیدت مند تھے۔

8۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ

اسی اعظمیہ میں 'جامع امام اعظمؒ' کی جانبِ مغرب مقبرۂ امام اعظم ہے جسے قدیم

---

(5) الشعراني في الطبقات الكبرى، 1/ 75.

ایام میں 'مقبرہ خیزران' کہتے تھے۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ اسی میں مدفون ہیں۔ آپ شیخ جنید بغدادیؒ کے خلیفہ ہیں اور اکثر حالتِ سکر میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ جامع امام اعظمؒ میں بروز جمعہ عام مجمع کے سامنے بہت سی اسرار و رموز کی باتیں بیان فرما دیں اور وحدت الوجود کے مسئلہ کو بر سرِ منبر بیان فرمایا۔ آپ کے شیخ حضرت جنید بغدادیؒ نے جب استفسار کیا کہ ایسی باتیں تم عوام کے سامنے کیوں بیان کرتے ہو تو فرمانے لگے: 'میں ہی کہنے والا تھا اور میں ہی سننے والا تھا، میرے سوا اور کون تھا؟' شیخ جنید بغدادیؒ نے فرمایا: شبلی معذور ہے۔

ایک دن عالم مستی میں نمازِ عصر میں دیر ہوگئی اور سورج قریب بغروب ہوگیا، فورًا کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور فرمایا:

نَسِيْتُ الْيَوْمَ مِنْ عِشْقِي صَلٰوتِي
فَلَا أَدْرِي غَدَائِي مِنْ عَشَائِي
فَذِكْرُكَ سَيِّدِي أَكْلِي وَشُرْبِي
وَوَجْهُكَ إِنْ رَأَيْتُ شِفَاءُ دَائِي(6)

آج میں اپنے عشق کی وجہ سے اپنی نماز بھول گیا، اور اپنے دوپہر و شام کے کھانے کی ہوش نہیں۔ اے میرے مالک! آپ کا ذکر ہی میرا کھانا اور پینا ہے اور آپ کے چہرے کی زیارت ہی اگر مجھے میسر آئے، میرے مرض کی دواء ہے۔

آپ ہمیشہ مناجات میں عرض کیا کرتے:

---

(6) السلمي في طبقات الصوفية، ص/ 262.

أَحَبَّكَ الْخَلْقُ لِنَعْمَائِكَ، وَأَنَا أُحِبُّكَ لِبَلَائِكَ(7).

مخلوق تیری نعمتوں کے لیے تجھے چاہتی ہے اور میں تجھے تیری طرف سے بھیجی گئی آزمائشوں کی وجہ سے چاہتا ہوں۔

آپ کا وصال 334 ہجری میں ہوا۔

9۔ شیخ معروف کرخیؒ

یہاں سے فارغ ہو کر 'مقبرۂ شیخ معروف کرخی' پہنچا۔ 'محلہ کرخ' دجلہ کے اس پار ریلوے اسٹیشن بغداد کے قریب ایک وسیع آبادی ہے جہاں بغداد شریف کا یہ قدیم قبرستان ہے۔ شیخ معروف کرخی کا خوبصورت نیلا گنبد دور سے نظر آتا ہے۔ آپ کی مسجد خوبصورت ایرانی قالینوں سے مزین ہے۔ اہلِ بغداد کے دلوں میں آپ کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ حضرت امام علی رضاؑ کے دستِ اقدس پر تائب ہوئے اور ایک عرصہ آپ کی صحبت میں رہے۔ آپ کی شہادت کے بعد حضرت شیخ داؤد طائیؒ سے فیض صحبت حاصل کیا جو کہ طریقت میں آپ کے شیخ ہیں اور اب بھی آپ کا مزار استجابتِ دعا کے لیے اہلِ بغداد میں مشہور ہے۔ آپ کے مزار کے قریب ہی ایک سرنگ ہے جس کے اندر کچھ دور جا کر ایک چھوٹا سا کنواں ہے۔ آپ اسی کنویں کے پانی سے وضو اور غسل فرماتے تھے۔ چنانچہ اب بھی اس پانی کے پینے سے رِقت و گداز کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ آپ کے لوحِ مزار پر مندرجہ ذیل اشعار مرقوم ہیں:

إِنَّ هَذَا قَبْرُ مَعْرُوْفٍ فَقِفْ
ثُمَّ سَلِّمْ بِاحْتِرَامٍ وَاحْتِشَامِ

(7) السلمی في طبقات الصوفية، ص/ 262.

لَحْدُهُ قَدْ ضَمَّ شَيْخًا عَارِفًا
وَهُوَ مَعْرُوْفٌ لَدَى كُلِّ الْأَنَامِ
فَعَلَيْهِ رَحْمَةٌ مِنْ رَّبِّنَا
وَسَلَامٌ ثُمَّ يَتْلُوْهُ سَلَامِ

یہ معروف کرخیؒ کی قبرِ انور ہے، تو یہاں ٹھہر جا۔ پھر ادب و احترام اور تواضع و انکساری کے ساتھ سلام عرض کر۔ اس قبر میں ایک عارف آرام فرما ہے جو ہر مخلوق کے نزدیک 'معروف' ہے۔ اس پر ہمارے رب کی رحمت ہو اور سلامتی در سلامتی ہو۔

شیخ سعدی اپنی بوستان میں فرماتے ہیں:

در کرخ گور ہائے بسے است
بجز گور معروف معروف نیست

آپ نے 200 ہجری میں انتقال فرمایا۔

10۔ سیدہ زبیدہ خاتونؒ

مقبرہ شیخ معروفؒ کے عین مغرب میں ایک لمبے تابوت نما گنبد میں سیدہ زبیدہ خاتون مدفون ہیں۔ یہ عمارت ہر طرف سے بند ہے۔ چاروں طرف پتھر کی جالیاں رکھی ہوئی ہیں۔ جن میں سے آپ کا لوح مزار نظر آتا ہے۔ آپ خلیفہ ہارون الرشید کی چہیتی اور خدا پرست ملکہ تھیں۔ آپ کا عظیم الشان کارنامہ نہر زبیدہ ہے جس کا پانی مکہ معظمہ، عرفات اور منیٰ میں تمام حجاج اور ساکنانِ مکہ کے لیے نعمتِ عظمیٰ بنا۔ اس فیاض ملکہ کی قبر کے پتھر ٹوٹے پھوٹے ہیں اور لوحِ مزار شکستہ و خراب حالت میں ہے۔

11۔ شیخ شہاب الدین محمود الآلوسیؒ

حضرت شیخ معروف کرخیؒ کی جامع میں داخل ہوتے وقت باہر دروازے کے بائیں طرف آپ کا مزار ہے۔ لوحِ مزار پر کتبہ لگا ہوا ہے۔ آپ بلند پایہ علماء اَحناف میں سے ہیں۔ جلیل القدر مفسر گزرے ہیں۔ تفسیر 'روح المعانی' آپ کی بلند پایہ تصنیف ہے۔

12۔ شیخ حبیب الراعیؒ

کرخ میں دریائے دجلہ کے پرانی پل 'جسر العتیق' سے پار ہو کر اومنی بس کے پہلے سٹاپ کے سامنے دائیں ہاتھ 'سوق الجدید' میں تھوڑی دور جا کر داہنی طرف آپ کا مزار اور جامع مسجد ہے۔ آپ اولیاء متقدمین سے ہیں۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ دریا کے کنارے آپ کی جھونپڑی تھی۔ آپ کے جمالات اور کمالات اظہر من الشمس ہیں۔

13۔ مقامِ شیخ منصورؒ

محلہ کرخ کی مشرقی جانب ریلوے اسٹیشن کی آبادی کے قریب وہ مقام ہے جہاں شیخ منصورؒ کو دار پر چڑھایا گیا تھا۔ آپ نے مقام فنا فی اللہ میں 'اَنا الحق' کا نعرہ بلند کیا تھا جس کی پاداش میں علماء ظاہر نے یہ فتوی دیا۔ یہاں ٹھہر کر آپ کی روح پُر فتوح کو سلام عرض کیا اور فاتحہ پڑھی۔

14۔ حضرت داؤد الطائیؒ

شارع شیخ معروف پر ہی مغرب کی جانب تھوڑی دور جا کر، جہاں مقبرہ شیخ معروف کی بیرونی دیوار ختم ہوتی ہے، سڑک کے دوسری طرف مقبرہ شیخ داؤد الطائیؒ کی دیواریں اور پھاٹک نظر آتا ہے۔ اسی مقبرہ کے وسط میں حضرت شیخ داؤد الطائیؒ کا مزار ہے۔ الحاج جاسم محمد البغدادی نے حال ہی میں آپ کے مزار کی نئی تعمیر کروائی ہے۔ یہ

کمال درجہ زاہد اور تارک الدنیا تھے اور امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذِ رشید تھے۔ آپ طریقت میں حضرت حبیب عجمی کے خلیفۂ مجاز ہیں۔ آپ نے حصولِ معرفت کے بعد پورے 66 برس اپنے شکستہ اور کچے مکان میں والدہ محترمہ کے ہمراہ مجرّدانہ زندگی بسر کی۔ اور ایک علیحدہ حجرے کے کنج تنہائی میں مصروفِ یادِ الٰہی رہے۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید امام ابو یوسفؒ کی معیت میں آپ سے ملنے کے لیے آئے مگر آپؒ نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ امام ابو یوسفؒ نے آپ کی والدہ ماجدہ سے سفارش کے لیے کہا۔ آپ کی والدہ نے آپ سے فرمایا: اگر میرے دودھ کی کچھ حرمت تمہارے دل میں ہے تو ایک دفعہ خلیفہ سے مل لو۔ آپ نے بہ دلِ نخواستہ اندر بلا لیا مگر چراغ گل کر دیا۔ جب دونوں حضرات اندر آئے تو استفسار کیا کہ چراغ کیوں گل فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو آنکھیں مشاہدۂ حق میں مشغول ہوں وہ دنیوی بادشاہوں کے چہرے پر نہیں پڑ سکتیں۔

کچھ دیر بیٹھ کر آپ نے معذرت کی اور یہ دونوں صاحب باہر چلے آئے۔ اس گوشۂ خلوت میں دنیا سے الگ رہ کر زندگی گزارنے والے عاشقِ حق کو برزخی زندگی میں بھی محبوبِ حقیقی نے اس طرح علیحدہ رکھا ہے کہ آپ کے مزار تک بھی کسی کو باریابی نصیب نہیں اور مختصر سا روضے کا حجرہ بغیر دروازے کے ہر طرف سے مسدود ہے۔

15۔ شیخ سری سقطیؒ و جنید بغدادیؒ

مقبرہ شیخ داؤدؒ کے آگے سیدھا مغرب کو ریلوے لائن اور ریلوے اسٹینڈ کے ساتھ ساتھ کوئی نصف میل کے فاصلے پر 'مقبرہ شیخ جنید' ہے جسے قدیم کتب سیر میں 'مقبرہ شونیزیہ' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ کی جامع کے ایک کمرہ میں شیخ سری سقطیؒ اور آپ کے قدموں کی طرف آپ کے بھانجے اور عظیم المرتبت خلیفہ حضرت جنید بغدادیؒ آرام فرما ہیں۔ حضرت شیخ سری سقطیؒ فرمایا کرتے تھے: اگرچہ ظاہر میں جنید میرے خلیفہ ہیں مگر حقیقت میں ان کی پرواز مجھ سے بلند ہے۔

16۔ حضرت یوشع بن نون عَلَیہِ السَّلَامُ

آپ کا مقام اِسی مقبرۂ جنید کی بلند قلعہ نما عمارت کے اندر ہے۔ آپ بنی اسرائیل کے نبی تھے اور حضرت موسیٰ عَلَیہِ السَّلَامُ کے واقعۂ خضر میں رفیقِ سفر تھے۔ اِس مقام پر آپ کو قید کیا گیا تھا۔

17۔ حضرت بہلول داناؒ

حضرت یوشع بن نون عَلَیہِ السَّلَامُ کے مزار کی جانبِ مغرب حضرت بہلول دانا کا مقبرہ ہے۔ انہیں بہلول مجنون کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ آپ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں مستجاب الدعوات مجذوب ہو گزرے ہیں۔ امام اعظمؒ کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔

حضرت بہلول داناؒ کا اصل نام وہب بن عمرو تھا اور تعلق عرب قبیلے بنو امان سے تھا۔ بعض کے نزدیک آپ خلیفہ ہارون الرشید کے رشتہ دار تھے۔ ان کا کوئی گھر یا ٹھکانہ نہیں تھا، شہر میں ننگے پاؤں پھرتے اور جس جگہ تھک جاتے، وہیں ڈیرہ ڈال لیتے۔ بہت کم لوگوں کی طرف التفات کرتے لیکن جب کبھی عوام الناس کی طرف توجہ فرماتے تو حکمت و دانائی کی نہایت نادر اور عجیب باتیں کرتے۔

حضرت بہلول داناؒ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد امام جعفر الصادق عَلَیہِ السَّلَامُ کے شاگرد تھے، لیکن کچھ وقت امام موسیٰ کاظم عَلَیہِ السَّلَامُ کی صحبت میں بھی گزارا۔ بہلول دانا کا شمار بھی امام موسیٰ کاظم عَلَیہِ السَّلَامُ کے پیرو کاروں میں ہوتا تھا۔ جب خلیفہ ہارون الرشید نے امام موسیٰ کاظم عَلَیہِ السَّلَامُ کو قید کرنے کے بعد ان کے تابعین کے خلاف کارروائیاں شروع کیں تو وہب اور کچھ دوسرے لوگوں نے امام سے قید خانے میں ملاقات کر کے آئندہ لائحہ عمل کے لیے ہدایات مانگیں۔ امام عالی مقام نے جواب میں صرف ایک لفظ 'ج' لکھ کر اپنے عقیدت مندوں کے حوالے کر دیا۔ ہر شخص نے

'ج' کو اپنے اپنے انداز میں لیا۔ کچھ نے اسے جلا وطن سمجھا اور بعض نے اس کے معنی جبل یعنی پہاڑوں میں روپوشی لیا، لیکن وہب نے اسے جنون یعنی مجنونیت میں تبدیل کر دیا۔ انہوں نے اپنی شاہانہ زندگی ترک کی اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر گلیوں میں نکل آئے۔ بعد ازاں خلیفہ ہارون الرشید سے آپ کی ملاقات ہوئی تو وہ آپ سے متاثر ہو کر آپ کو بغداد لے آیا، پھر آخری وقت تک آپ بغداد میں ہی رہے۔

حضرت بہلول داناؒ کی عاجزی، دانائی اور حکمت و معرفت کا یہ عالم تھا کہ امام سری السقطیؒ فرماتے ہیں: ایک بار مجھے قبرستان جانا ہوا۔ وہاں میں نے بہلول دانا کو دیکھا کہ ایک قبر کے قریب بیٹھے مٹی میں لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ جواب ملا: میں ایسی قوم کے پاس ہوں کہ جو مجھے اذیت نہیں دیتی اور اگر میں غائب ہو جاؤں تو میری غیبت نہیں کرتی۔

18۔ ڈیرہ بابا نانک

حضرت بہلول داناؒ کے ملحقہ کمرے میں بابا گرو نانک کی چلہ گاہ ہے۔ جہاں آپ نے حج پر جاتے ہوئے حضرت غوث الاعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضری دی اور آپ کی منقبت میں فارسی میں ایک بلند پایہ قصیدہ کہا۔ 1948ء میں جب پہلی مرتبہ میں بغداد شریف حاضر ہوا تو بابا نانک کے ڈیرے پر پنجابی سکھ مجاور رہتے تھے۔ ان کے پاس میں نے بابا صاحب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا مذکورہ بالا قصیدہ قدیم موٹے کاغذوں پر دیکھا تھا۔ قصیدہ کیا تھا، زبان فارسی میں موتی پروئے ہوئے تھے۔ مگر افسوس میں اس وقت اسے نقل نہ کر سکا اور جلدی میں اُسی راستے سے حج پر چلا گیا۔ اب اس دفعہ 1966ء میں جب یہاں پہنچا تو بہت کوشش کی مگر نہ وہ سکھ یہاں ہیں اور نہ وہ قصیدہ کہیں میسر آ سکا۔ شیخ عبد اللطیف صاحب ایک معمر بزرگ اسی 'مقبرہ جنید' کے ایک مکان میں مع اہل و عیال رہتے ہیں۔ ان کے پاس مقبرہ ہذا کے تمام مزارات کی چابیاں ہیں۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ سکھ وہ کتاب اپنے ہمراہ لے کر ہندوستان چلے گئے ہیں۔

ڈیرہ مذکورہ پر بابا مرحوم کی لکڑی کی کھڑاویں اب بھی یادگار کے طور پر موجود ہیں۔

19۔ شیخ سمنون بن حمزہ البغدادیؒ

آپ حضرت سری السقطیؒ کے مرید اور حضرت جنید البغدادیؒ کے ہم عصر ہیں۔ آپ کا مزار مقبرہ شیخ جنیدؒ البغدادی کی آخری حد پر بیرونی دیوار سے ملحق جنوب مشرقی گوشہ میں ایک قدیم گنبد نما عمارت میں واقع ہے۔ آپ کے مزار کے بیرونی سنگ مرمر کے کنگرے نیچے گرے پڑے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ترکوں اور انگریزوں کی جنگ میں گولیوں کی بوچھاڑ کی وجہ سے یہ مزار شکستہ ہوگیا تھا۔ آپ کے مزار کو عوام الناس غلطی سے حضرت ذو النون المصریؒ کا مزار سمجھتے ہیں کیونکہ سنگ مرمر کے ایک شکستہ ٹکڑے پر -جو کہ ابھی تک دروازۂ مزار پر لگا ہوا ہے- نون کا لفظ درج ہے اور یہی مغالطہ کا باعث ہے۔ میں نے خطیب البغدادی کی تاریخِ بغداد کی ورق گردانی سے تصحیح کی ہے۔

20۔ شیخ ابراہیم الخواصؒ

حضرت بہلول دانا کے مزار سے کچھ مشرق کی جانب ایک پرانے سے گنبد میں آپ کا مزار ہے۔ باہر دروازے کے اوپر چوکھٹ پر ایک پتھر کا ٹکڑا نصب ہے جس پر 'مرقد شیخ ابراہیم الخواصؒ' کندہ ہے۔ 'مقبرہ جنید' کی زیارات سے فارغ ہو کر باہر آیا ہی تھا کہ ایک ٹیکسی مل گئی۔ سوار ہو کر 'باب الشیخ' میں آیا۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں یہیں ادا کیں اور عشائیہ کے بعد صوفی غلام حسین صاحب کے حجرے میں سوگیا۔

﴿15 نومبر بروز منگل﴾

صبح نماز و اَوراد سے فارغ ہو کر مدائن جسے آج کل 'سلمان پاک' کہتے ہیں کی طرف جانے والی منی بس پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔

21۔ سلمان پاک

یہ جگہ بغداد شریف سے تقریباً 30 کلومیٹر دور ہے۔ پختہ سڑک جاتی ہے۔ یہاں حضرت سیدنا سلمان فارسی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ایک خوبصورت نیلے گنبد کے زیر سایہ آرام فرما ہیں۔ آپ عجمی النسل، طویل العمر جلیل القدر صحابی ہیں۔ فاروق اعظم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ آپ زہد و ورع میں بے مثال تھے۔

22۔ حضرت حذیفہ الیمانی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اور حضرت عبد اللہ بن جعفر الانصاری رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت سلمان فارسی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے روضۂ اقدس کے قریب ایک اور عمارت میں یہ دونوں صحابی مدفون ہیں۔ اس کے سامنے ایک اور مزار میں سید محمد طاہر بن امام زین العابدین عَلَيْهِمَا السَّلَامُ آسودۂ خواب ہیں۔ اول الذکر دونوں صحابی حضرت فاروقِ اعظم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے زمانے میں حضرت خالد بن ولید رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کی معیت میں ایران و عراق کی جنگ میں شامل تھے۔ مجاہدانہ دادِ شجاعت دے کر اسی جنگ میں شہید ہوئے اور دجلہ کے کنارے ایک ہی مزار میں دونوں مدفون ہوئے۔ 1932ء مطابق 1351 ہجری میں دریائے دجلہ میں بہت بڑی طغیانی آئی۔ چنانچہ لوحِ مزار اور مٹی وغیرہ بہنے کی وجہ سے ان دونوں شہیدوں کے اجسامِ مطہرہ ظاہر ہوگئے۔ سیلاب کے اختتام پر جب شاہ فیصل والی عراق ہزارہا زائرین کے ساتھ یہاں تشریف لائے اور مزار سے ان زندہ جاوید شہیدوں کو باہر نکالا گیا تو دونوں کے جسم صحیح و سالم تھے۔ بدن پر عسکری لباس بھی محفوظ تھا۔ جب بدن کو مٹی اتارنے کے لیے غسل دیا گیا تو زخموں سے خون بہنے لگا۔

گویا

﴿وَلَا تَقُولُواْ لِمَن يُقۡتَلُ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمۡوَٰتُۢۚ بَلۡ أَحۡيَآءٞ وَلَٰكِن لَّا تَشۡعُرُونَ﴾ [البقرة، 2/ 154]

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مردہ ہیں۔ (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔

کی تصویر سامنے آ گئی۔ 21 توپوں کی سلامی دی گئی اور بڑے اعزاز کے ساتھ دونوں کو حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے قریب دوبارہ دفن کیا گیا۔

23۔ طاقِ کسریٰ

ان مزارات سے تقریبا 2 فرلانگ مغرب کی طرف طاقِ کسریٰ کی شکستہ ڈیوڑھی موجود ہے۔ جس کی بلندی اور صناعی عجمی عظمتِ شان کا آج بھی پتہ دے رہی ہے۔ یہ نوشیرواں کے محل کا سامنا حصہ ہے۔

اسے ایوانِ کسریٰ یا ایوانِ مدائن بھی کہتے ہیں۔ یہ ساسانی دور کے مشہور مقامات میں سے ہے جو بغداد کے جنوب میں دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ یہ وہ مشہور ڈیوڑھی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ کی شبِ ولادت جس کے 14 کنگرے ٹوٹ گئے تھے۔

ان زیارات سے فارغ ہو کر شام واپس 'باب الشیخ' پہنچ گیا اور صبح کربلا معلی اور نجفِ اشرف کا پروگرام بنا کر سو گیا۔

24۔ شیخ محمد الفی قطبؒ

'باب الشیخ' کے شمالی بڑے دروازے سے باہر نکل کر 'سوق الکفاح' کے پار 'باب

الشیخ' کی گلی کے عین سامنے 'شارع سراج الدین' ایک دوسری گلی ہے جس میں تھوڑی دور جا کر دائیں طرف آپ کا مزار ہے۔ گنبد شکستہ ہو کر گر گیا ہے۔ باہر دروازہ پر کتبہ لگا ہوا ہے۔ آپ اس عطاء الٰہی سے پہلے ہزار ڈاکوؤں کے گروہ کے رئیس تھے، اسی لیے 'الفی' کے نام سے موسوم تھے۔ یہی وہ خوش قسمت بزرگ ہیں جو سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے درِ اقدس پر چوری کے ارادہ سے آئے اور حضرت محبوب سبحانیؒ کی نگاہِ کیمیا کی تاثیر سے قطب بن کر نکلے۔

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمی بہ ما کنند(8)

25۔ شیخ سراج الدینؒ

یہی گلی آگے کی طرف سیدھی شیخ سراج الدین کی جامع میں پہنچتی ہے۔ آپ مشاہیر علماء بغداد سے تھے اور حضرت سیدنا شیخ عبد القادر الجیلانیؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

26۔ الجمعیۃ الباکستانیہ

ریلوے اسٹیشن بغداد شریف کے قریب ہی پاکستان سے آئے ہوئے ملازمین، اہلِ صنعت اور دیگر رہائش پذیر پاکستانیوں نے مل کر ایک خوبصورت عمارت میں جمعیت قائم کی ہوئی ہے۔ جہاں پاکستان سے آنے والے تعلیم یافتہ افراد اور شرفاء کو مفت ٹھہرانے کا انتظام ہے۔ شام کو اکثر ملازمین اور جمعیت کے ممبر اکٹھے ہوتے ہیں اور نو وارد پاکستانیوں سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی ہے۔ پاکستان سے آنے والے تعلیم یافتہ افراد کے لیے یہ نہایت موزوں جگہ ہے۔ ہم وطن دوستوں سے ملاقات کا موقع ملتا ہے، تبادلہ خیالات ہوتا ہے اور نئی معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں۔

---

(8) دیوانِ حافظ۔

16 نومبر بروز بدھ

صبح بارگاہِ غوث الاعظم رَضِیَ اللہُ عَنۂ میں سلام عرض کرکے ناشتہ کیا اور کربلاء معلی جانے والی ٹیکسی پر سوار ہوا۔

27۔ کربلاء معلیٰ

بغداد سے 100 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ٹیکسی تقریباً اڑھائی گھنٹے میں کربلاء معلّٰی پہنچ گئی۔ سامنے شہیدِ کربلاء نواسۂ رسول امام حسین عَلَیۡہِ السَّلَامُ کے مزارِ مقدس کا سنہری گنبد دو سنہری میناروں کے درمیان اپنی جلالت اور عظمتِ شان پر شاہد حال تھا۔ ٹیکسی سے اتر کر بارگاہِ امام عالی مقام میں حاضر ہوا۔

ضریح مبارک کا نظر آنا تھا کہ آنسوؤں کا طوفان امڈ آیا۔ بے ساختہ ضریحِ اقدس سے لپٹ گیا اور نامعلوم کب تک بے خودی کے عالم میں آہ و بکا اور اشک رواں کا حقیر ہدیہ بارگاہِ حسینیت میں پیش کرتا رہا کہ اچانک شہنشاہِ غریب الدیار، نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول نے قلبِ حزیں کو نگاہِ لطف سے سکون آشنا کیا۔ جب ہوش آیا تو میرے رفیقِ سفر کہہ رہے تھے کہ چلیے نمازِ ظہر قضاء ہو رہی ہے۔ بے ساختہ شیخ ابو بکر شبلیؒ کا یہ شعر زبان پر آگیا:

نَسِيْتُ الْيَوْمَ مِنْ عِشْقِي صَلٰوتِي
فَلَا أَدْرِي عَشَائِي مِنْ غَدَائِي[9]

آج میں اپنے عشق کی بناء پر نماز بھول گیا ہوں، اور دوپہر و شام کے کھانے کی خبر نہیں ہے۔

آپ کے قدومِ میمنت لزوم کی طرف دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی۔ اور پھر ظہر کی

(9) السلمی في طبقات الصوفية، ص/ 262.

قصر پڑھ کر حضرت عباس علمدار علیہ السلام کے روضۂ اقدس کی طرف چلے۔ وہ بھی تمازتِ آفتاب سے تپتے ہوئے صحراء میں میر کاروان کربلا پر اپنی مجاہدانہ جانثاری اور وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ درد و سوز سے بھرا ہوا سلام عرض کیا۔ چند آتشیں آنسوؤں کے قطرے آپ کی زریں چوکھٹ پر نچھاور کیے۔ اس کے سوا ایک غریب گناہ گار کے پاس تھا ہی کیا جو اتنی بڑی بارگاہ کے لائق ہوتا۔ اس کے بعد اہلِ بیت کے خیمہ گاہ کی زیارت کی جو اب تک حزن و ملال کی آماج گاہ ہے اور ایک ٹیکسی پر حضرت حُر کی زیارت کے لیے، جو کربلاء معلی سے تقریباً 6، 7 کلومیٹر باہر ہے، چلا گیا۔ یہ وہ مردِ میدان ہے جو دوزخ کے کنارے کھڑا تھا اور ایک جست میں جنت الفردوس پہنچ گیا۔ شام کو واپس آکر دیکھا وادیِ کربلا رشک جنت بنی ہوئی تھی۔ آج 3 شعبان المعظم کی رات تھی۔ امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی تقریب میں حرم امام اور تمام شہر بجلی کے قمقموں سے جگمگا رہا تھا اور بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ تمام رات چراغاں رہی اور یہ بابرکت رات میں نے حرمِ امام میں ہی گزاری۔ امام کی ضریح مبارک شش گوشہ ہے، اندر سے فولادی اور باہر سے نقرئی ہے۔ پائینِ مرقد آپ کے جواں سال بیٹے علی اکبر رضی اللہ عنہ اور صغیر السن علی اصغر رضی اللہ عنہ آسودۂ خواب ہیں۔ مزار پر سبز رنگ کا شامیانہ لگا ہوا ہے۔ روضہ کے اندر طلائی و نقرئی قنادیل آویزاں ہیں۔ سقف اور جدار ہائے خیمہ خوش رنگ کاشی اور شیشے سے مزین ہیں۔ آپ کے مزارِ اقدس سے چند قدم فاصلہ پر جنوب مغربی گوشہ میں گنجِ شہیداں ہے جہاں بقیہ تمام شہداء کربلا کے اَجسادِ اَطہار مدفون ہیں۔

صبح بارگاہِ شہید کربلاء اور حضرت عباس میں الوداعی سلام عرض کیا اور ایک بس میں سوار ہو کر نجفِ اشرف روانہ ہوا۔

28۔ نجفِ اشرف

نجفِ اشرف کربلاء معلی سے جنوب کی طرف 70 کلومیٹر دور ہے۔ پختہ سڑک

بے آب و گیاہ میں سے گزرتی ہوئی یہاں پہنچتی ہے۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سنہری قبہٗ انور دو طلائی میناروں کے درمیان دور سے نظر آتا ہے۔ تقریباً 11 بجے بس نجفِ اشرف پہنچ گئی۔ بارگاہِ شہنشاہِ ولایت میں حاضر ہوا۔ جن کی شان میں حضور نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا. فَمَنْ أَرَادَ الْمَدِيْنَةَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ(10).

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ جو اِس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ (اس) دروازے سے آئے۔

یوں محسوس ہورہا تھا کہ ایک مور بے مایہ تختِ سلیمان کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ آپ اور آپ کے فرزند دلبند کے روضے عجمی صنعت کاروں کی صناعی کے عظیم الشان شاہکار ہیں۔ اندرونی دیواریں اور گنبد کے اندر کچ کی مینار کاری بجلی کی روشنی میں اس طرح جگمگاتی ہے جیسے ہزاروں دیواریں گوہر شب تاب اپنی ضیا پاشی سے فضا کو منور کر رہے ہوں۔ آپ کے روضے کے تمام دروازے نقرئی ہیں۔ ضریح فولادی بیرون نقرہ کار ہے۔ تاج مرصع و شمشیر و زرہ بھی آویزاں ہے۔ فرش سنگ مرمر کا ہے۔ صحن کشادہ، محراب متعدد اور مسجد عالیشان ہے مگر حقیقت یہ ہے جسے قدرت نے دلِ حق شناس عطا کیا ہے اس کی نظر ان رنگینیوں اور جگمگاہٹوں کی طرف ملتفت نہیں ہوتی۔ اسے حیدرِ کرار کی جلالت اور عظمتِ شان کہیں متوجہ نہیں ہونے دیتی۔ احاطہٗ روضہ کے گرد شہر

---

(10) أخرجه الحاكم في المستدرك، كتاب معرفة الصحابة، ذكر إسلام أمير المؤمنين علي عَلَيْهِ السَّلَامُ، 3/ 137، الرقم/ 4637، والطبراني في المعجم الكبير، 11/ 65، الرقم/ 11061، وابن عدي في الكامل في ضعفاء الرجال،5/ 67، والخطيب البغدادي في تاريخ بغداد، 7/ 172، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، 42/ 379.

نجف آباد ہے۔ مکانات پختہ، بازار مسقف اور سڑکیں کشادہ ہیں۔ بڑے بڑے کتب خانے ہیں جہاں اثنا عشریہ کی تقریباً تمام مطبوعہ کتب دستیاب ہوسکتی ہیں۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت اور ظہورِ مرقدِ انور

19 رمضان المبارک 40ھ آپ جامع کوفہ میں عبدالرحمان بن ملجم خارجی کی تلوار سے زخمی ہوئے اور 21 رمضان المبارک 40ھ کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔ شہزادگان (حسنین کریمین عَلَيۡهِمَا ٱلسَّلَامُ) نے آپ کے جسدِ اطہر کو خوفِ خوارج سے شبِ تاریک میں کوفہ سے 6 کلومیٹر کے فاصلہ پر صحرا میں دفن فرما دیا۔ یہاں تک کہ نشانِ مزار بھی مخصوص اشخاص کے سوا کسی کو معلوم نہ تھا۔ خاندانِ اہلِ بیت اس کے بعد کوفہ سے واپس مدینہ طیبہ چلا گیا۔ مدت دراز کے بعد 175ھ میں ایک روز خلیفہ ہارون الرشید عباسی بغداد سے بہر شکار اس طرف آنکلا۔ اور ہرنوں کے ڈار کے پیچھے شکاری کتے لگا دیے۔ ہرن دوڑتے ہوئے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے، کتے بھی یہاں آکر نیچے ہی رک گئے اور ہرنوں پر حملہ آور نہ ہوئے۔ اتنے میں خلیفہ بھی گھوڑے پر سوار مع لشکر آ پہنچا۔ ہر چند کوشش کی، کتوں کو للکارا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ خلیفہ متحیر ہوا اور اس نے قریبی گاؤں سے کسی ضعیف العمر بدوی کو بلوایا۔ لوگ قبیلہ 'بنو اسد' کے معمر شخص کو لے آئے۔ دریافت کیا کہ کونسی جگہ ہے۔ بدوی نے کہا کہ ہمارے آباء و اجداد اسے 'وادی السلام' کہتے ہیں اور مشہور ہے کہ یہاں حضرت علی المرتضیٰ رَضِىَ ٱللَّهُ عَنۡهُ مدفون ہیں۔ ہم لوگ یا ہمارے جانور جب سخت بیمار ہوجاتے ہیں تو یہاں سے بفضلہٖ تعالیٰ شفایاب ہوکر لوٹتے ہیں۔ یہ حال سن کر خلیفہ ہارون الرشید گھوڑے سے اتر آیا اور بہ چشم گریاں مودب کھڑے ہوکر فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھائے اور حکم دیا کہ اس کے ارد گرد پختہ احاطہ تعمیر کیا جائے۔ اس واقعہ کے بعد ہر طرف آپ کے ظہورِ مرقد کی شہرت ہوگئی اور ہزارہا لوگ ضریح مبارک کی زیارت کے لیے جوق در جوق حاضر ہونے لگے۔ 366ھ میں عضد الدولہ دیلمی نے پہلی دفعہ آپ کے مزار پر گنبد بنوایا۔ پھر

وقتاً فوقتاً شاہانِ ایران اور اُمراء عجم آپ کے روضۂ اقدس کی زینت و حشم میں کوشاں رہے۔ کئی بادشاہوں نے اس مزار پر جواہرات اور ہیرے پیش کیے۔ نادر شاہ درانی نے اپنا جواہرات سے مرصع سنہری تاج ہدیہ کیا۔ ایک ترکی شہزادی کا پیش کردہ سرخ ہیرا جس سے روشنی پھوٹتی ہے اب بھی موجود ہے۔ یہ تاج اور تمام جواہرات مزار شریف کے خزانے میں موجود ہیں۔ آپ کی جلالت اور عظمتِ شان اس ظاہری شان و شوکت پر منحصر نہیں۔ آپ علوم ظاہر و باطن کے بحرِ بے کنار تھے۔ اقلیم امامت و ولایت کے شہنشاہ تھے۔ اہلِ تصوف کے چاروں طریقے اسی آفتابِ علم و معرفت کی کرنیں ہیں۔ آپ نے امام حسن مجتبیٰ عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کو مندرجہ ذیل تعلیم فرمائی تھی:

يَا وَلَدِي، فِكْرُكَ فِيْكَ يَكْفِيْكَ، دَاؤُكَ وَدَوَاؤُكَ فِيْكَ لَيْسَ شَيءٌ خَارِجٌ مِنْكَ، أَنْتَ أُمُّ الْكِتَابِ. يَا وَلَدِي، أَنْتَ جِسْمٌ صَغِيْرٌ وَفِيْكَ عَالَمٌ أَكْبَرُ.

اے میرے فرزند! تیرا غور و فکر کرنا تیری اپنی ذات میں تیرے لیے کافی ہے۔ تیرا درد اور تیری دوا تجھ ہی میں ہے، کوئی چیز تجھ سے باہر نہیں۔ تو ام الکتاب ہے۔ اے میرے فرزند! تو ایک چھوٹا جسم ہے اور تیرے اندر ایک بڑا جہان ہے۔

حاضری سے فارغ ہوکر حرم سے باہر آیا۔ ایک ہوٹل میں کھانا کھایا۔ نمازِ ظہر ادا کی اور المکتبۃ الاسلامیہ شیخ علی اخوندی، جو کہ ایرانی ہیں اور نجفِ اشرف میں بہت بڑے مکتبہ کے مالک ہیں، کے پاس جاکر چند کتابیں خریدیں۔ شہر کی سیر کی، مکاتب اور مدارس دیکھے۔ وہاں کئی پاکستانی طلبہ سے ملاقات ہوئی۔ اثنا عشریہ کے چند مجتہد علماء سے ملاقات کا موقع ملا۔ بڑے اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ رات 'فندق الحجہ' جو کہ آپ کے حرم پاک کے قریب ہے، میں قیام کیا۔ ہوٹل کا مالک محمود بڑا ہنس مکھ اور

زندہ دل آدمی ہے۔ سحر کے وقت تقریباً 4 بجے ابواب حرم مفتوح ہوئے۔ حاضر ہو کر نوافل و اَوراد گزارے۔ نمازِ صبح وہیں ادا کی اور الوداعی سلام عرض کر کے بہ چشم پُرنم اور دلِ مغموم باہر آیا۔ بذریعہ ٹیکسی کوفہ پہنچا۔

29۔ کوفہ

کوفہ عراق کا ایک مشہور اور تاریخی شہر ہے جو دریائے فرات کے کنارے آباد ہے۔ یہ صوبہ نجف میں شامل ہے۔ نجف سے صرف 10 کلو میٹر اور بغداد سے جنوب میں 170 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس شہر کو 638ء مطابق 17 ہجری میں خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی آمد پر بسایا گیا تھا۔ حضرت علی بن ابی طالب عَلَيْهِ السَّلَامُ کے دور میں اسلامی مملکت کا دار الخلافہ تھا۔ اس شہر کے نام پر خط کوفی مشہور ہے جو قرآن کے لکھے جانے کے لیے ابتدا میں استعمال ہوتا رہا ہے۔

ٹیکسی 15 منٹ میں کوفہ پہنچ گئی۔ جامع کوفہ میں امیر المومنین رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے مقامِ شہادت پر ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے یہاں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کیے۔

قریب ہی امام زین العابدین رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے مقام عبادت پر ایک الگ محراب بنا ہوا ہے اسی طرح اس وسیع مسجد میں بہت سے صلحاء امت کے مقاماتِ عبادت ہیں، جہاں نشان کے طور پر محراب بنے ہوئے ہیں۔

30۔ طوفانِ نوح عَلَيْهِ السَّلَامُ کا تنور

طوفانِ نوح جس تنور سے ظاہر ہوا تھا وہ ایک گہری جگہ پر دکھایا گیا ہے۔ نیچے اترنے کے لیے سیڑھیوں کا انتظام ہے۔ اس وسیع مدور چاہ نما گہرائی میں ایک طرف تھوڑی دور غار کی طرح اندر جا کر حضرت نوح عَلَيْهِ السَّلَامُ کی مسجد ہے۔ وہی محراب اور تھوڑی سی جگہ ادائے نوافل کے لیے ہے۔ جنوبی دروازہ کے باہر دائیں بائیں دو

خوبصورت گنبد نما روضے ہیں۔ دائیں جانب سفیر شہید کربلاء حضرت مسلم بن عقیل رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ کا مزار ہے اور بائیں جانب آپ کے بزرگ میزبان، قتیل جور ابن زیاد، صحابی رسول اللہ حضرت ہانی بن عروہ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ کا مزار ہے۔ دونوں جگہ حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔

31۔ مزار حضرت خدیجہ بنت علی عَلَيۡهِمَا ٱلسَّلَامُ

جامع کے صدر دروازے کے باہر سڑک کے دوسرے کنارے حضرت خدیجہ بنت علی رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ جوام النبین کے بطن سے ہیں اور ابو الفضل حضرت عباس رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ کی ہمشیرہ ہیں، مدفون ہیں۔ فاتحہ اور سلام عرض کیا اور ایک ٹیکسی پر جو براستہ 'حلہ' بغداد شریف جا رہی تھی سوار ہو کر عازم بغداد ہوا۔ راستے میں 'ذو الکفل' نام کا ایک گاؤں آتا ہے۔

32۔ مزارِ حضرت ذو الکفل عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ

یہاں بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر ذو الکفل عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کا مزار ہے۔ ٹیکسی کا ڈرائیور اور سواریاں چائے وغیرہ پینے کے لیے نیچے اتریں اور میں زیارت کے لیے مزار پر حاضر ہوا۔ ایک بوڑھا یہودی مجاور تھا۔ سلام مسنون عرض کیا۔ فاتحہ پڑھی اور پھر ٹیکسی میں آکر سوار ہو گیا۔ ٹیکسی 10 بجے کے قریب 'حلہ' پہنچ گئی۔

33۔ حلہ: مقامِ حضرت ایوب عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ

عراق کا ایک قدیم شہر ہے۔ شہر سے باہر دریائے فرات کے کنارے حضرت ایوب عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کا مسکن ہے جہاں وہ دو چشمے اب تک موجود ہیں جن کا کلام الٰہی میں بایں الفاظ تذکرہ ہے:

﴿ٱرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَۖ هَٰذَا مُغۡتَسَلُۢ بَارِدٞ وَشَرَابٞ﴾ [ص، 38/ 42]

(ارشاد ہوا:) تم اپنا پاؤں زمین پر مارو، یہ (پانی کا) ٹھنڈا چشمہ ہے نہانے کے لیے اور پینے کے لیے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے بحکم الٰہی زمین پر پاؤں مارا۔ ایک ٹھنڈا چشمہ پینے کے لیے ظاہر ہوا اور ایک گرم نہانے کے لیے نکل آیا۔ آپ نے غسل فرمایا اور ٹھنڈے چشمے سے پانی پیا۔ اچانک آپ کا سارا بدن کندن کی طرح دمک اٹھا اور تمام تکالیف آناً فاناً ختم ہو گئیں۔ سنتِ ایوب علیہ السلام ادا کرتے ہوئے گرم چشمہ میں غسل کیا اور سرد چشمہ سے تبرکاً پانی پی کر بابل کے کھنڈرات دیکھنے کے لیے ایک ٹیکسی پر روانہ ہوا۔

34۔ بابل

حلہ سے ایک میل کے فاصلے پر بابل کے تاریخی شہر کے کھنڈرات شروع ہوتے ہیں۔ یہی وہ شہر ہے جہاں سکندرِ اعظم نے جشنِ فتح منایا تھا۔ اسی شہر میں تقریباً 2 ہزار سال قبل مسیح حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ یہیں آپ نے نمرود کے شاہی بت خانہ کے بتوں کو توڑا تھا جس کی پاداش میں نمرود نے آپ کو دہکتی آگ کی چِتا میں ڈلوایا تھا مگر آگ بہ حکم پروردگار ﴿کُونِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ﴾ [الانبیاء، 21/69] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے سرد ہو گئی۔ اب یہ شہر کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اس زمانے کی سنگین دیواروں کے نشانات اب تک موجود ہیں جو عہدِ گزشتہ کی یادگار ہیں۔ حکومتِ عراق نے یہاں ایک عجائب گھر بنایا ہے جس میں اس شہر کی کھدائی سے برآمد شدہ نوادرات رکھے گئے ہیں جن سے اس زمانہ کی تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔ یہ آثارِ قدیمہ قابلِ دید ہیں۔ شہر سے باہر سیاحوں کے لیے جدید طرز کا ایک ہوٹل ہے۔

35۔ شیر کا مجسمہ

بابل شہر کے کھنڈرات میں ایک بہت بڑا مجسمہ ابھی تک محفوظ ہے۔ ایک عورت

دکھائی گئی ہے اور اس کے اوپر ایک بہت بڑا شیر دکھایا گیا ہے جس نے اس عورت کو اپنے پنجوں میں دبوچ رکھا ہے۔ اس کی تعبیر یہ کی گئی ہے کہ اس زمانہ کے بادشاہ ساری دنیا کو عورت کی مانند سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو طاقتور شیر۔ بابل نامی ایک قدیم بادشاہ گزرا ہے۔ یہ مجسمہ اسی کا تیار کردہ ہے۔ عراق کے کرنسی نوٹوں پر بھی اسی مجسمہ کی تصویر ہوتی ہے۔ نیز عراق کے اکثر شہروں کے چوکوں پر اسی قسم کے مجسمے پتھر سے تراش کر نصب کیے گئے ہیں۔

36۔ چاہِ بابل

انہی کھنڈرات میں وہ کنواں بھی ہے جس میں ہاروت اور ماروت نامی دو فرشتے بہ حکمِ الٰہی لٹکے ہوئے ہیں۔ کنواں کی پاتال کافی گہری ہے۔ منڈیر سے پانی نظر نہیں آتا مگر پتھر پھینکنے سے کچھ دیر کے بعد پانی میں گرنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ چاہِ بابل بطورِ عبرت، اللہ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ نے آج تک محفوظ رکھا ہے۔ بابل کے کھنڈرات دیکھ کر زمانہ کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ یہ تاریخِ عالم کا عظیم الشان شہر، اس کی وسیع و عریض حکومت، اس کے یگانہ روزگار معلق باغات، اس کی مایہ ناز تہذیب اور آج یہ منتشر کھنڈرات، مٹی کے ٹیلوں اور چند ٹھیکریوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ فاعتبروا یا أولی الأبصار۔

کھنڈرات کی دنیا کی حدود سے باہر آیا اور حلہ پہنچ کر کھانا کھایا۔ جامع حلہ میں جمعۃ المبارک کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد بغداد شریف جانے والی ایک بس پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ بغداد شریف حلہ سے تقریباً 60 کلو میٹر دور ہے۔ شام کے وقت 'باب الشیخ' پہنچا۔ رات تھکاوٹ کی وجہ سے خوب نیند آئی۔ آخر شب بارگاہِ غوثیت پناہ میں حاضری دی۔ صبح کی نماز 'جامع الگیلانی' میں ادا کی۔ حضرت عبدالرزاق صاحبؒ کے مزار پر جو صحن کے اندر ہی ہے حاضری دی اور فاتحہ پڑھی اور حسرت بھری الوداعی نظروں سے سلطان الاولیاء رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے سبز گنبد کو دیکھ رہا تھا۔ پورے 17 سال کے بعد اس

بارگاہ میں حاضر ہونے کا موقع ملا تھا۔ 1948ء کا سب کچھ تھا مگر ایک ہستی، جن کی نگاہِ لطف آشنا اور محبت شفقت آشنا میرے مضطرب دل کے لیے باعثِ سکون ہوا کرتی تھی، نظر نہیں آتی تھی۔ وہ میرے شیخ طریقت قطب العارفین حضرت سید ابراہیم سیف الدینؒ کی ذات گرامی تھی جو جناب غوث الاعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے آخری نقیب الاشراف تھے۔ مورخہ یکم جمادی الثانی بروز پیر 1382ھ کو اس عالمِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف سفر فرما چکے تھے۔ آپ کا مزار مبارک بارگاہِ غوثیت مآب کے بالکل سامنے سرسبز پارک کی دوسری جانب احاطہ کے اندر ایک حجرہ میں ہے اور مولانا عبد الغفور صاحب احمد آبادی (گجرات کاٹھیا واڑ) جو آپ کی زندگی میں ہمیشہ آپ کی رفاقت میں رہے، مزار مبارک کے مجاور ہیں۔ اپنے رہنما سے زندگی میں دوبارہ نہ ملنے کی حسرت لے کر مورخہ 19 نومبر 1966ء 'ساحۃ المیدان' سے صبح 9 بجے 'موصل' جانے والی ایک بس پر سوار ہوا۔ مسافروں نے بس کے ڈرائیور سے پہلے ہی عہد کر لیا تھا کہ وہ 'سامرہ' کی زیارت کے لیے بس روکے گا۔

19 نومبر بروز ہفتہ

38۔ سامرہ

بغداد شریف سے 130 کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ دریائے دجلہ کے کنارے ایک بہت پرانا شہر ہے۔ یہیں گلستانِ زہراء کے دو پھول حضرت امام علی نقی عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ اور حضرت امام حسن عسکری عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ دو بلند سنہری میناروں کے درمیان ایک خوبصورت سنہری گنبد کے سایہ میں خوابیدہ ہیں۔ سامرہ اصل میں سُرَّ مَنْ رَآی کی بگڑی ہوئی صورت ہے، جس کا مطلب ہے کہ جس نے اس (شہر) کو دیکھا وہ خوش ہوا۔ خلیفہ معتصم باللہ عباسی نے یہاں فوجی چھاونی بنوائی تھی جسے 'معسکر' یا 'عسکر' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حضرت امام حسن بن علی نقی عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ چونکہ یہاں بہ حکم خلیفہ نظر بند رہے اس لیے 'حسن عسکری' کے نام سے موسوم ہوئے۔ بس یہاں تقریباً نصف گھنٹہ تک رکی رہی۔ تمام زیارات اطمینان سے کر لیں۔ یہیں بقولِ اثنا عشریہ حضرت امام محمد مہدی بچپن میں غائب ہوگئے تھے۔ نیز حضرت امام علی نقی عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ کی ہمشیرہ حلیمہ خاتونؒ کا مزار بھی یہیں ہے۔ اس مقام پر دریائے دجلہ کی چوڑائی بہت زیادہ ہے جس پر ایک نہایت طویل اور خوبصورت پل بنا ہوا ہے۔ ایک حصہ میں ریلوے لائن ہے اور دوسری طرف ٹریفک کے لیے کشادہ سڑک ہے۔

39۔ موصل

بغداد سے 450 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ دریائے دجلہ کے کنارے ایک قدیم اور خوبصورت شہر ہے۔ ہماری بس تقریباً 4 بجے موصل میں داخل ہوئی۔ بستر اور سوٹ کیس بسوں کے اڈہ کے قریب ایک ہوٹل میں جسے 'فندق الھناء' کہتے ہیں رکھوا دیا اور کپڑے بدل کر شہر کی زیارت اور سیر کے لیے نکلا۔ بغداد شریف کی طرح اس شہر کے بھی عین وسط میں دریائے دجلہ گزرتا ہے جس پر کئی خوبصورت پل بنے ہیں۔

دریائے دجلہ 'جبل الدرارات' ترکی سے نکل کر بصرہ کے قریب 'خلیج فارس' میں گرتا ہے۔ اس دریا کے کنارے بہت سے عظیم الشان شہر آباد ہیں۔ موجودہ موصل جسے قدیم زمانے میں 'نینوا' کہتے تھے نہایت خوبصورت اور جدید طرز کا بنا ہوا ہے۔ سڑکیں اور بازار کشادہ اور دل کشا ہیں۔ بغداد کی طرح یہاں بھی سرخ رنگ کی اومنی بسیں چلتی ہیں۔ جنہیں 'امانہ' کہتے ہیں۔ غالباً یہ لفظ اومنی کا معرب ہے۔ دریائے دجلہ کی 'جسر الحریہ' (پل) کے اس پار مشہور تاریخی شہر نینوا کے کھنڈرات اونچے اونچے ٹیلوں کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ اس علاقے کو آج بھی 'نینوا' کہتے ہیں۔

اسی شہر میں حضرت یونس عَلَيْهِ السَّلَامُ مبعوث ہوئے تھے۔ ایک اونچے ٹیلے پر قدیم عمارت میں آپ کا طویل و عریض مزار اور اس سے متصل جامع موجود ہے۔ جو خوبصورت ایرانی قالینوں سے مزین ہے۔ صاحبانِ علم و آثار سے معلوم ہوا کہ یہ جگہ اصل میں حضرت یونس عَلَيْهِ السَّلَامُ کی عبادت گاہ تھی جسے بعد کے لوگوں نے تبرکاً مزار بنا دیا ہے۔ حقیقتاً آپ بیت المقدس میں مدفون ہیں۔ بابل کی طرح یہاں کے کھنڈرات بھی زبانِ حال سے پکار رہے ہیں:

کھنڈر بتا رہے ہیں عمارت عظیم تھی

40۔ حضرت جرجیس عَلَيْهِ السَّلَامُ

نینوا کے کھنڈرات اور حضرت یونس عَلَيْهِ السَّلَامُ کی جائے عبادت کی زیارت کر کے اومنی بس پر 'جسر الحریہ' سے گزر کر واپس موصل آیا اور حضرت جرجیس کے مزار پر حاضر ہوا۔ آپ بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے آپ کا مزار اور جامع شہر موصل کے وسط میں ایک کھلے بازار میں واقع ہے اور زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

41۔ حضرت شیث عَلَيْهِ السَّلَامُ

موصل کے لوگ 'شیث' کی ثا کو 'تا' سے تلفظ کرتے ہیں یعنی 'شیت عَلَيْهِ السَّلَامُ'

بولتے ہیں۔ آپ کا مزار شہر سے باہر بالکل ایک کھلی سڑک کے کنارے ہے۔ محکمہ اوقاف نے قدیم عمارت گرا کر ایک خوبصورت جدید عمارت تعمیر کی ہے۔ مزار کے ساتھ ایک بلند مغربی طرز کا خوبصورت مینار بنایا گیا ہے۔ آپ کی جامع مسجد بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ یہاں سلام اور فاتحہ سے فارغ ہو کر حضرت قضیب البان الموصلیؒ کے مزار پر حاضر ہوا۔

42۔ شیخ قضیب البان الموصلیؒ

یہ شہر کے باہر جنوبی سمت میں 'مستشفیٰ الصدریہ' یعنی اَمراضِ سینہ کے اسپتال کے بالکل سامنے ایک گلی میں واقع ہے۔ ساتھ ہی ایک فراخ جامع مسجد ہے۔ مسجد کے دائیں طرف ایک طویل کمرے میں عجمی طرز کے تین بہت بلند پتھر کے مزار ہیں۔ سامنے والا مزار حضرت شیخ قضیب الموصلیؒ کا ہے اور آپ کے عقب میں دو مزار حضرت سیدنا غوث الاعظم کے دو صاحبزادوں حضرت شیخ موسیٰؒ اور حضرت شیخ عیسیٰؒ کے ہیں۔ شیوخ مذکور طبقاتِ اَولیاء میں بہت بلند پایہ صاحبِ کرامات ولی اللہ گزرے ہیں۔ آپ 'تطور الولی' (یعنی مختلف صورتوں میں نظر آنا) کے باب میں بہت مشہور ہیں۔ حضرت غوث الاعظم جیلانی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ آپ کی نسبت فرماتے ہیں: 'شیخ قضیب البان پانچوں وقت درِ کعبہ پر نماز پڑھتے ہیں'۔ سلام و فاتحہ سے فارغ ہوا کہ اتنے میں آپ کی جامع میں مغرب کی اذان ہوئی، شافعی امام کے پیچھے باجماعت نماز ادا کی اور ایک ٹیکسی پر سوار ہو کر شیخ فتح الموصلیؒ کے مزار کی طرف روانہ ہوا۔

43۔ شیخ ابو محمد فتح بن سعید موصلیؒ

آپ شارع الفتح کے ایک بہت بڑے قبرستان کے قریب پرانی طرز کے گنبد کے نیچے محوِ استراحت ہیں۔ سیڑھیوں سے اتر کر مزار آتا ہے۔ شیخ سری سقطیؒ اور شیخ بشر حافیؒ کے ہم عصر ہیں بڑے مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ عشاء کا وقت تھا مگر

زائرین کا اس قدر ہجوم تھا کہ مزار تک پہنچنا دشوار تھا۔ قلب پر عجیب سوز و گداز کی کیفیت طاری تھی۔ رات زیادہ گزر چکی تھی۔ نیز طویل سفر کا تکان بھی تھا۔ واپس ٹیکسی پر ہوٹل میں آ کر کھانا کھایا اور سو گیا۔

﴿20نومبر بروز اتوار﴾

44۔ محطۃ الموصل

صبح نماز و ناشتہ سے فارغ ہوکر ایک ٹیکسی پر سامان رکھا اور موصل ریلوے اسٹیشن پر پہنچا۔ محطة البغداد (بغداد ریلوے اسٹیشن) سے ہفتہ میں دو بار ایک ہفتہ کی شب کو 9 بجے اور دوسرے پیر کی رات کو 9 بجے بین الاقوامی ٹرین براستہ حلب شام اور ترکی کی طرف جاتی ہے جو دوسری صبح سات بجے کے قریب موصل ریلوے اسٹیشن پہنچتی ہے۔ میں ایک دن پہلے بغداد شریف سے بس پر اس لیے آگیا کہ سامرہ اور موصل کی زیارات کر کے دوسرے دن صبح موصل سے یہی ٹرین پکڑ لوں گا۔ مذکورہ ایکسپریس پاکستانی ٹائم کے مطابق ٹھیک 7 بجے موصل پہنچ گئی۔ استنبول (ترکی) کا ٹکٹ لیا اور گاڑی میں سوار ہوگیا۔ گاڑی تقریباً 8 بجے یہاں سے روانہ ہوئی اور 1 بجے کے قریب 'تل کوچک' پہنچی جو کہ شام کی سرحد کا پہلا اسٹیشن ہے۔ یہاں پاسپورٹ اور سامان وغیرہ کی چیکنگ ہوتی ہے۔ نیز یہاں سے شام کی ٹرین بدلنا پڑتی ہے۔ گیمبرک (کسٹم) کے مدیر اعلیٰ شیخ بہاء سے ملاقات ہوئی، بڑے تپاک سے ملے۔ یہ حلب کے رہنے والے ہیں، ہندوستان اور پاکستان کی سیاحت بھی کر چکے ہیں، کافی دیر تک عربی میں پاکستان کے حالات دریافت کرتے رہے، میرا سامان شام کی گاڑی میں رکھوایا۔ دو بجے کے قریب دوسری گاڑی روانہ ہوئی۔ 'سوریہ' کی گاڑیاں بڑی آرام دہ اور تیز رفتار ہیں۔ درجہ سوم میں دو دو sleeping seats کے کیبن (cabin) الگ الگ بنے ہوئے ہیں۔ ہر کیبن میں شیشہ لگا ہوا ہے۔ پانی کا انتظام ہے اور ایک چھوٹی سی میز چائے وغیرہ کے لیے رکھی ہوئی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے گویا سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہے ہیں۔ ایکسپریس بہت تیز جارہی تھی۔ یہ گاڑی شام کے علاقے میں داخل ہونے کے بعد کئی جگہ ترکی کی حدود میں سے گزرتی ہے۔

45۔ نصیبین (Nusaybin)

تقریباً پانچ بجے گاڑی یہاں پہنچی۔ یہ ترکی کا مشہور ریلوے اسٹیشن ہے اور روم کے علاقے کا وہی مشہور شہر ہے جہاں کے جنات حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اسلام لائے تھے۔ پلیٹ فارم پر ترکی کے خوبصورت اور تنو مند لڑکے کوٹ پتلون پہنے دس دس پیسے کے ابلے ہوئے انڈے بیچ رہے تھے۔ ترکی باشندے سمور کی کھال کے کمبل اور جائے نماز فروخت کر رہے تھے۔ یہاں سے چل کر گاڑی مغرب کے وقت کرماش پہنچی۔

46۔ کرماش

یہ ترکی کا مشہور جنکشن ہے۔ یہاں بھی پاسپورٹ اور سامان کی چیکنگ ہوتی ہے۔ نیز استنبول کے لیے گاڑی بدلنا پڑتی ہے۔ تھوڑی دیر میں ترکی کے محکمہ صحت کا عملہ آگیا اور استنبول جانے والے ہر مسافر کو cholera ویکسین کے ٹیکے لگانے لگا۔ ہمارے پاس پاکستان کے محکمہ صحت کا کالرا اور سمال پاکس کے ٹیکوں کا سرٹیفکیٹ تھا۔ اس کے باوجود انھوں نے cholera اور small pox کے دوبارہ ٹیکے لگائے۔ گاڑی تبدیل کی، 'استنبول میل' پر سوار ہوئے، گاڑی رات کی تاریکی میں فضا کو چیرتی اور فراٹے بھرتی ہوئی تقریباً 80 میل کی رفتار سے جا رہی تھی۔ میں sleeping cabin میں جاکر سو رہا۔ آخر شب ترکی کی شدید سردی نے بستر میں چین نہ لینے دیا، اٹھا وضو کر کے نوافل میں مشغول ہوگیا۔ سردی کی اتنی شدت تھی کہ دانت سے دانت بج رہے تھے۔ تقریباً 9 بجے گاڑی ترکی کے قدیم دار الخلافہ استنبول جاکر رکی۔

﴿21 نومبر بروز پیر﴾
ترکی

1۔ استنبول

استنبول (قسطنطنیہ) کی بلند و بالا عمارات اور سر بہ فلک مساجد کے مینار اور بحیرہ باسفورس کی ٹھاٹھیں مارتی ہوئی دلکش لہریں ایک پُر کیف منظر پیش کر رہی تھیں۔ یہ وہی قسطنطنیہ ہے جس کے فاتح لشکر کے لیے حضور ﷺ نے مغفرت کی بشارت دی تھی۔ چنانچہ اس بشارت کا مصداق بننے کے لیے مسلمانوں نے کئی دفعہ اس شہر پر حملہ کیا۔ سب سے پہلے جہاد میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے جو یہیں شہید ہوئے اور شہر کی قدیم فصیل کے باہر دفن کیے گئے۔ استنبول کے تین طرف سمندر ہے۔ صرف ایک طرف خشکی کا راستہ ہے۔ اَزمنہ قدیمہ میں یہ شہر عیسائیوں کا مشہور مذہبی مرکز تھا جسے بالآخر عثمانی ترکوں کے خلیفہ سلطان محمد فاتح نے فتح کیا۔ عیسائیوں کے مشہور تاریخی گرجا 'آیا صوفیہ' کو مسجد میں تبدیل کیا۔ شہر دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایسٹ استنبول کو 'حیدر پاشا' کہتے ہیں اور ویسٹ یعنی مغربی حصہ کو استنبول یا قسطنطنیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ درمیان میں بحیرہ باسفورس ٹھاٹھیں مار رہا ہے جس پر 'جسر کمال پاشا' بہت طویل عجوبہ روزگار پل ہے جس کی لمبائی اور حسنِ تعمیر عقلِ انسانی کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ اکثر لوگ، بسیں اور ٹرک وغیرہ جہاز کے ذریعے اس بحیرہ کو عبور کرتے ہیں جو ہر وقت دونوں طرف تیار رہتے ہیں۔ جہاز کنارے پر آکر اپنے پروں کو اس طرح پھیلا دیتا ہے گویا ایک سڑک سی معلوم ہوتی ہے جس پر heavy traffic ہر قسم کا سامان اور آدمی سوار ہوجاتے ہیں پھر جہاز اپنے پروں کو سمیٹ کر سمندر کی لہروں سے کھیلتا ہوا اس پار پہنچ جاتا ہے۔ ترکی کا رائج الوقت سکہ 'ایک لیرا' ایک طرف کا کرایہ وصول کرتے ہیں۔

(1) جامع آیا صوفیہ

اسے جدید ترکی نے میوزیم بنا رکھا ہے۔ تین لیرا ٹکٹ وصول کرتے ہیں۔ اس مسجد کے ایک حصہ میں عیسائیوں کے دور کے قدیم نوادرات جیسے حضرتِ عیسیٰ عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ اور حضرت مریم عَلَيۡهَا ٱلسَّلَامُ کے دھات اور پتھر کے بنے ہوئے مجسمے اور ان کے علاوہ بہت سی قابلِ دید چیزیں رکھی ہیں۔ حکومتِ ترکی نے اس مسجد میں نماز پڑھنا ممنوع قرار دیا ہے۔ میں نے پاسبانوں سے بچ کر اس محراب میں جہاں سلطان محمد فاتح نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی تھی، دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے شروع کیے۔ فوراً پاسبانوں نے آکر شور مچا دیا اور ترکی زبان میں مجھے روکنے لگے(11)۔

(2) جامع ابو ایوب انصاری رَضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُ

جامع آیا صوفیہ سے باہر آکر ایک ٹیکسی پر سوار ہوا اور حضرت ابو ایوب انصاری رَضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُ کی زیارت گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ ترکی کے لوگ آپ کو 'اے یوپ سلطان' سے موسوم کرتے ہیں۔ صحیح نام دریافت کرنے سے کوئی رہبری نہیں کرتا۔ آپ شہر کے باہر ایک علیحدہ حصہ میں مدفون ہیں۔ ایک خوبصورت اور دیدہ زیب جامع مسجد کے اونچے چبوترے پر آپ کا مرقد انور ہے۔ مزار کو پیتل کے جالی دار دروازے سے بند کردیا گیا ہے۔ صرف پیر کے روز دروازہ کھولا جاتا ہے۔ پانچوں وقت نماز کے بعد ترکی کے لوگ آپ کے مواجہ شریف پر آکر سلام و فاتحہ عرض کرتے ہیں۔ یہاں تقریباً تمام لوگ حنفی المذہب ہیں۔ جامع ایوب رَضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُ میں ظہر کی اذان ہوئی اور باجماعت

---

(11) آیا صوفیہ (Hagia Sophia) بنیادی طور پر ایک کلیسا تھا۔ یہ عمارت 360ء سے 1453ء میں قسطنطنیہ کی فتح تک بطور گرجا استعمال ہوتی رہی۔ پھر 1935ء تک مسجد میں تبدیل رہی اور بعد ازاں اسے عجائب گھر بنا دیا گیا۔ 2020ء میں اسے دوبارہ مسجد میں تبدیل کردیا گیا اور اب اس کا نام Hagia Sophia Grand Mosque ہے۔

نماز ادا کی۔ نمازی اکثر ضعیف العمر تھے جو کوٹ اور پتلون میں ملبوس ننگے سر تھے۔ عوام ترکی اور فرانسیسی زبانیں بولتے ہیں۔ عربی، فارسی اور انگریزی بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ یہاں مجھے مافی الضمیر ادا کرنے میں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑا اور کسی شاعر کا یہ مشہور مصرع یاد آگیا:

زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم
چہ خوش بودے اگر بودے زبانش در دہان من

نماز سے فارغ ہوکر ایک ٹیکسی پر واپس استنبول آیا۔ یہاں عظیم الشان قدیم کتب خانے ہیں۔ کچھ دیر کتبِ تصوف کی تلاش میں چند ایک کتابیں خریدیں۔ استنبول میں شاہانِ ترکی کے مزارات کے ساتھ عظیم الشان مساجد تعمیر شدہ ہیں جو رومی فنِ تعمیر کا نادر نمونہ ہیں۔ خواہش تو یہ تھی کہ کچھ دن یہاں گزاروں اور استنبول کی دل بھر کر سیر کروں مگر چونکہ رمضان المبارک قریب آرہا تھا اور پروگرام کے مطابق یہ بابرکت مہینہ مدینہ منورہ میں گزارنا چاہتا تھا، اس لیے بہ دلِ نخواستہ بذریعہ جہاز بحیرہ باسفورس کے اس پار 'حیدر پاشا' پہنچا۔ ریلوے اسٹیشن اور بسوں کے اڈے اسی حصہ میں ہیں۔ شام کا کھانا کھا کر قونیہ کے اڈے پر پہنچا اور قونیہ جانے والی ایک بس پر سوار ہوکر بارگاہِ پیر رومیؒ میں حاضری کے لیے روانہ ہوا۔ ترکی کے 25 لیرا میں ٹکٹ لیا۔ ساڑھے سات بجے بس روانہ ہوئی۔ بس طویل، سیٹیں نہایت آرام دہ اور باڈی بڑی دلکش تھی۔ بس کے پچھلے حصے میں بیت الخلاء اور پانی کا کموڈ تھا۔ ساتھ ہی چھوٹی کینٹین تھی۔ کینٹین کے ملازم ہر تھوڑی دیر بعد پھل، کیک، پیسٹری، چائے اور سوڈا واٹر سمیت مسافروں کی تواضع کرتے رہے۔ اس کے اخراجات کمپنی والے ٹکٹ میں پہلے ہی وصول کرلیتے ہیں۔ صبح آٹھ بجے بس 'قونیہ' پہنچی۔

22 نومبر بروز منگل

2۔ قونیہ

مؤرخہ 22 نومبر 1966ء بروز منگل قونیہ پہنچا۔ یہ ترکی کا وہ مشہور شہر ہے جسے مولانا جلال الدین رومیؒ کے مدفن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ بس سے اتر کر سیدھا پیر رومیؒ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوا۔ یہاں کے لوگ آپ کو 'میولنا' کہتے ہیں۔ دور سے مولانا کی وہی شاہی مسجد جس میں آپ درس دیا کرتے تھے، کے رومی طرز کے گنبد و مینار نظر آئے۔ اسی مسجد میں حضرت شمس الدین تبریزیؒ تشریف لائے تھے اور ایک ہی نگاہ سے مولانا کی دنیا بدل گئے تھے۔ چنانچہ مولاناؒ کی زبان سے بے ساختہ مندرجہ ذیل رباعی صادر ہوئی:

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزیؒ نہ شد

اس جامع کی ایک سمت پیر رومی فیروزی رنگ کے مخروطی گنبد کے سایہ میں محوِ خواب ہیں۔ مزار اور جامع دونوں قدیم رومی فن تعمیر کا شاہکار ہیں۔ حکومت نے اسے بھی عجائب گھر بنایا ہوا ہے، صبح 9:00 بجے سے 12:00 بجے تک اور شام 3:00 بجے سے 5:00 بجے تک کھلتا ہے۔ اڑھائی لیرا ترکی ٹکٹ وصول کرتے ہیں۔ سامنے صدر دروازے پر درج ذیل شعر کندہ ہے:

کعبۃ العشاق آمد ایں مقام
ہر کہ ناقص آمد اینجا شد تمام

ٹکٹ لے کر اندر حاضر ہوا۔ فضا میں ارغنون کی دھیمی دھیمی آواز مستیاں بکھیر

رہی تھی۔ اونچے چبوترے پر مولانا رومؒ کی طویل اور اونچی لوح تربت ہے جس پر سنہری خوش نما غلاف پڑا ہوا ہے۔ مزار پس پشت آپ کے صاحبزادے سلطان ولدؒ کی قبر ہے۔ اس کے عقب میں آپ کے محبوب خلیفہ حسام الدینؒ جن کے ایماء پر آپ نے مثنوی شریف ترتیب دی تھی، آرام فرما ہیں۔ کچھ اوپر آپ کے والد ماجد سلطان بہاء الدینؒ کا مدفن ہے۔ اس کے علاوہ اسی چبوترے پر آپ کے بہت سے خلفاء اور اعزاء کے مزارات ہیں۔ بڑی تمناؤں کے بعد یہاں تک پہنچا تھا۔ آپ کی پُر لطف نگاہیں قلب میں سوز و گداز کی کیفیت پیدا کر رہی تھیں۔ آنکھیں اشک بار تھیں۔ اسی حالت میں بلند اور مترنم آواز سے مثنوی شریف پڑھنی شروع کر دی۔ اوقاف کے تمام ملازمین اور زائرین اکٹھے ہوگئے اور بہت اشتیاق و محبت سے مثنوی کو سننے لگے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ روم مشرقی تہذیب اور اَلسِنہ شرقیہ کا گہوارہ تھا مگر آج یہاں عربی و فارسی کا ایک لفظ بھی سمجھنے والا کوئی نہیں ملتا۔ جب سوزِ دروں کچھ سکون پذیر ہوا تو حاضرین نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے اور ان کی زبانوں پر 'مثنوی میولنا' کے الفاظ تھے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ترکی میں انہوں نے خیر مقدم کے طور پر مجھے کہا، میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ البتہ حسنِ عقیدت ان بشاش چہروں اور پر تکلف مصافحوں سے ہویدا تھا۔ مزار کے مندرجہ بالا کمروں سے ملحق جامع کے مختلف کمروں میں 'عجائبات' کے طور پر مثنوی کے سنہری مخطوطے شیشے کی الماریوں میں سجے ہوئے تھے۔ ایک طرف مختلف شعراء کے آپ کی شان میں لکھے ہوئے قصائد آویزاں تھے، دوسری طرف مولانا کی رنگین تصویر، آپ کے جبے اور عمامے محفوظ تھے۔ 12:00بجے جب میوزیم کے بند ہونے کا وقت ہوا تو واپس آکر ایک ہوٹل میں کھانا کھایا اور قریب ہی 'جامع الشمس' میں نمازِ ظہر ادا کرنے کے لیے چلا گیا۔

جامع الشمس

یہ مولانا رومؒ کے شیخِ طریقت حضرت شمس الدین محمد تبریزیؒ کی آرام گاہ ہے۔

یہاں با جماعت نماز پنج گانہ کا اہتمام ہے۔ جامع خوبصورت قالینوں سے مزین ہے۔ 3 بجے پھر مولانا رومؒ کے حرم میں حاضری دی۔

23 نومبر بروز بدھ

رات قونیہ کے 'انقرہ ہوٹل' میں بسر کی۔ صبح 4 بجے 'جامع الشمس' میں پہنچا، نوافل اور اوراد سے فارغ ہوکر نماز با جماعت ادا کی اور بارگاہِ شمس الدین تبریزیؒ میں الوداعی سلام عرض کر کے حضرت مولانا کے مزارِ پر انوار صدر دروازے پر پہنچا۔ دروازہ ابھی بند تھا۔ کھڑکی کھلی تھی۔ آخری سلام عرض کیا۔ فاتحہ پڑھی اور قونیہ لمیٹڈ کے گیراج میں 'ادانا (Adana)' کا ٹکٹ 5 لیرا میں خریدا اور بس پر سوار ہوگیا۔ بس 8 بجے روانہ ہوئی۔ یہاں سے کوئی بس سیدھی حلب نہیں جاتی۔ ترکی میں مولانا کی زیارت کے لیے آنے والے پاکستانی مسافروں کے لیے بہتر ہے کہ بغداد شریف سے 'انٹر نیشنل ٹرین' پر سوار ہوکر Adana کا ٹکٹ لیں۔ ادانا اتر کر بس پر سیدھا قونیہ پہنچ جائیں۔ بذریعہ بس حلب سے قونیہ پہنچنے کے لیے کئی جگہ بسیں تبدیل کرنا پڑتی ہیں اور جو ایک تکلیف دہ عمل ہے۔

بس ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ جاتی ہے۔ ایک طرف سمندر کی پر لطف لہریں اور دوسری طرف ترکی کے صاف ستھرے دیہات، پتھر اور سیمنٹ کی اینٹوں سے بنے ہوئے دیدہ زیب مکانات، حد نظر تک انگوروں اور ناشپاتیوں کے باغات بڑا دلکش منظر پیش کرتے ہیں۔ راستے میں چھوٹے بڑے بس اسٹیشنوں پر ہوٹلوں میں انگور کے پانی سے گوندھ کر پکی ہوئی ٹکیاں سفید ترکی شہد کے ساتھ کھانے کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔ ترکی دیہاتیوں کے ہر گھر میں شہد کی مکھیوں کا ایک ایک چھتہ مصنوعی طور پر بنایا جاتا ہے۔ یہاں سے وہ حسبِ ضرورت ہر وقت شہد نکال لیتے ہیں۔ شام کے 6 بجے بس 'ادانا' پہنچی۔ یہاں سے 'اسکندروں' جانے والی بس پر سوار ہوا اور 'اسکندروں (Alexandria)' پہنچا۔ یہ وہی شہر ہے جسے سکندرِ اعظم نے آباد کیا تھا۔ یہاں سے ایک ٹیکسی کے ذریعے رات 11 بجے 'انطاکیہ' پہنچا۔

3۔ انطاکیہ

انطاکیہ جنگِ عظیم سے پہلے شام کی مملکت میں شامل تھا مگر 1918ء کے بعد سے ترکی کے قبضہ میں ہے۔ بقیہ رات ایک ہوٹل میں بسر کی اور صبح ایک ٹیکسی پر شام اور ترکی کی سرحدی چوکی 'باب الھواء' پہنچا۔ یہاں پاسپورٹ اور سامان کی چیکنگ ہوتی ہے۔ یہاں سے فارغ ہوکر بذریعہ ٹیکسی 'مضریات الشہباء' کے گیراج واقعہ 'باب الفرج' حلب میں جا اترا۔

24نومبر بروز جمعرات

شام

1۔ حلب

سامان ایک ٹیکسی پر رکھا اور 'باب النصر' جامع زکی، کے متولی شیخ سعید جراب السامی صاحب کے پاس پہنچا۔ موصوف نہایت صالح بزرگ ہیں۔ نقشبندی طریقہ سے متوسل ہیں۔ جماعتِ تبلیغی کے سرگرم رکن ہیں۔ پاکستان بھی آچکے ہیں۔ چونکہ اس سے قبل دو دفعہ شیخ موصوف سے ملاقات ہوچکی تھی اس لیے بڑے تپاک سے ملے اور اپنے پاس ایک کمرے میں ٹھہرایا۔

حلب شام کا ایک پرانا اور مشہور شہر ہے جو قدیم زمانے میں بہت بڑا تجارتی مرکز تھا۔ بغداد جانے والے تجارتی قافلے یہیں سے ہو کر جاتے تھے۔ ایک ہزار قبل مسیح میں بھی اس کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہاں ریشمی اور سوتی کپڑے کے کارخانے ہیں۔ کسی زمانے میں یہاں کا آئینہ بہت مشہور تھا۔ اس شہر کو حلبِ ابراہیم عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ حضرت ابراہیم عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کی بود و باش اسی شہر میں تھی۔ اس تاریخی شہر میں متعدد اولیاء و صالحین کے مزارات ہیں۔ جن کی زیارت کا قصد میرے اس سفر کا اگلا ہدف تھا۔

(1) شیخ ابوبکر الوفائیؒ

آپؒ اولیاء حلب کے مشاہیر میں سے ہیں۔ نمازِ مغرب آپ کی جامع میں ادا کی۔ اسی جامع کے ایک کمرے میں آپ کا مزار ہے۔ جمعرات تھی۔ کافی دیر تک وہیں بیٹھ کر تلاوتِ کلام مجید کرتا رہا۔ آپ کے مزار کے سامنے دوسرے کمرے میں آپ کے کامل خلیفہ و تلمیذ شیخ احمد قاریؒ کا مزار ہے۔ وہاں بھی سلام و فاتحہ عرض کی۔ نمازِ عشاء پڑھ کر واپس شیخ سعید صاحب کے مکان پر آکر کھانا کھایا اور لیٹ گیا۔

﴿25 نومبر بروز جمعة المبارک﴾

(2) جامع زکریا علیہ السلام

نمازِ فجر 'جامع زکریا علیہ السلام' میں ادا کی اور جامع زکریا علیہ السلام کی زیارت کے لیے چلا گیا۔ جامع زکریا علیہ السلام حلب کے نوادرات سے ہے۔ قدیم طرز کی بڑی وسیع و عریض مسجد ہے۔ سامنے اونچے چبوترے پر حضرت زکریا علیہ السلام کا مزارِ پُر انوار ہے جس کے سرہانے پیتل کی خار دار جالی لگی ہے۔ ماحول بڑا پر سکون ہے۔ تحیۃ المسجد اور اشراق کے نوافل وہیں ادا کیے۔ اسی جالی میں سورۃ آل عمران کی یہ آیت شریفہ ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا ٱلْمِحْرَابَ﴾ مرقوم ہے۔ صحنِ مسجد میں شیخ عبد اللہ سراج الدین جو حلب کے اکابر علماء و صالحین میں سے ہیں اور حنفی المذہب ہیں، روزانہ بعد نمازِ فجر درسِ قرآن دیتے ہیں۔ اہلِ حلب ان کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ ایک گھنٹہ تک ان کے حلقہ درس میں شامل رہا۔ یہاں سے فارغ ہوکر ایک اومنی بس کے ذریعے 'مقبرۃ الصالحین' پہنچا۔

(3) مقبرۃ الصالحین

یہ حلب کے مغرب کی طرف بہت قدیم قبرستان ہے۔ یہاں ہزارہا اولیاء و شہداء اور صالحین کے مزارات ہیں۔ وسط مقبرہ میں سنگ سرخ کی بنی ہوئی ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے محراب میں وہ پتھر نصب ہے جس کے ساتھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔ اسی مسجد میں آپ کا نشان بھی موجود ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کافی عرصہ اس شہر میں زندگی بسر فرمائی ہے۔ آپ کے ریوڑ میں بہت بڑی تعداد بکریوں کی تھی جن کے دودھ سے مسافروں کی ضیافت فرمایا کرتے تھے۔ اسی لیے اس جگہ کا نام 'حلب ابراہیم' مشہور ہوگیا۔ مقبرۃ الصالحین میں متاخر اولیاء میں سے شیخ احمد بن شیخ محمد الشماع الرفاعیؒ اور شیخ محمد سعید بن شیخ احمد الادلبی الرفاعیؒ کے مزارات ہیں

جن کو واصل حق ہوئے صرف نصف صدی گزری ہے۔ ان کے صاحبزادے حلب میں اس وقت حیات ہیں اور سلسلہ رفاعیہ کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ یہاں سے فارغ ہوکر اومنی بس پر سوار ہوکر 'جامع الفردوس' پہنچا۔

(4) جامع الفردوس

یہ حلب کی سب سے قدیم جامع مسجد ہے اور اپنی آغوش میں کئی ایک عارفین کاملین کو لیے ہوئے ہے۔ اس جامع کے غرفہ یمین (دائیں کمرے) میں تین مزارات ہیں۔ ایک سید احمد بخاریؒ کا ہے اور دو ان کی حریم محترمات ہیں۔ اسی طرح غرفۂ یسار یعنی بائیں کمرہ میں دو مزارات ہیں: ایک شیخ احمد نقشبندیؒ کا اور دوسرا سیدنا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایک صاحبزادے کا ہے۔ علاوہ ازیں اسی جامع کے ایک طویل کمرہ میں بیسیوں اولیاء اللہ و صالحین مدفون ہیں جن کے نام معلوم نہیں ہوسکے۔ جامع ہذا کے ایک نئے کمرے میں حلب کے تقریباً تمام متاخر اولیاء کرام اور صلحاء عظام کے عکسی فوٹو آویزاں ہیں جن کے نیچے ان کے اسماء گرامی مرقوم ہیں۔ ان زیارات سے فارغ ہوکر 'قلعہ الشہباء' پہنچا۔

(5) قلعہ الشہباء

یہ حلب کی ایک پہاڑی پر واقع ایک قدیم قلعہ ہے۔ جو آج کل عساکر شام کا ایک مرکزی مقام ہے۔ قلعہ کی عظیم عمارت دیکھ کر شاہانِ حلب کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہاں داخلہ ممنوع ہے۔ اب دوپہر ہوچکی تھی۔ واپس اپنے میزبان کے مکان پر آیا، کھانا کھایا اور باب الفرج کی بس پر سوار ہوکر روانہ ہوا۔ حلب سے دمشق کو دو راستے جاتے ہیں۔ ایک براستہ حماۃ و حمص وغیرہ اور دوسرا بحر ابیض متوسط کے کنارے کنارے۔ دونوں راستے حمص میں جاکر مل جاتے ہیں۔ اسی دوسرے راستے پر سمندر کے کنارے 'جبلہ' ایک شہر ہے جہاں سلطان ابراہیم بن ادھمؒ کا مزارِ اقدس ہے۔ وہاں حاضری کے شوق میں، مَیں نے یہ راستہ اختیار کیا۔ بس اللاذقیہ سے گزرتی ہوئی جبلہ

پہنچی۔ الاذقیہ شام کا ایک قدیم تاریخی شہر ہے جو سمندر کے کنارے آباد ہے۔

(6) حماۃ

حلب سے تقریباً 90 کلومیٹر کے فاصلے پر حماۃ آتا ہے۔ یہ بھی خوبصورت شہر ہے۔ یہیں حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے سیدنا عبدالرزاقؒ کی اولاد کے مزارات ہیں اور آج کل یہاں سید مرتضیٰ الگیلانی سجادہ نشین ہیں۔ مدینہ طیبہ میں مولانا ضیاء الدین کے مکان پر آپ سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا تھا۔

2۔ جبلہ (سلطان ابراہیم بن ادھمؒ)

جبلہ میں ایک قدیم طرز کی جامع بھی موجود ہے جسے 'جامع سلطان ابراہیم' کہتے ہیں۔ اِس کے ایک قبہ میں آپؒ کا مزارِ اقدس ہے۔ آپ کے پس پشت آپؒ کے وزیر سلطنت محوِ خواب ہیں۔ نمازِ مغرب یہیں ادا کی اور بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہوا۔ کافی دیر تک رِقت طاری رہی اور آپؒ کی توجہ نے قلب کو دولتِ سوز و گداز عطا کی۔ آپؒ کی ہستی محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ یہ وہی درویش صفت بادشاہ ہیں جو بخارا کی عظیم سلطنت چھوڑ کر طلبِ حق میں کوہ و صحرا کی مسافتیں طے کر کے مکہ معظمہ میں حضرت فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں پہنچے اور چالیس سال تک آپ کی خدمت میں رہ کر سلوک و معرفت کی منازل طے کیں۔ شیخ طریقت کے وصال کے بعد سرگرداں پھرتے پھراتے ملکِ شام میں سمندر کے کنارے بقیہ عمر یادِ حق میں گزار دی۔ آپؒ کے پائین مزار ایک کتبہ پر مندرجہ ذیل اشعار مرقوم ہیں:

مَنِ اسْتَعَانَ هُنَا قَدَ نَالَ بِالْكَرَمِ

إِذْ ذَاكَ مَضْجَعُ إِبْرَاهِيْمَ ذِي الْهِمَمِ

جو شخص بھی یہاں مدد طلب کرتا ہے وہ اپنی مراد پا لیتا ہے کیوں کہ یہ پختہ عزم والے ابراہیم بن ادھمؒ کی آرام گاہ ہے۔

صحنِ مسجد میں صدیوں پرانا ایک سرو کا درخت ہے جس کے سایے میں بیک وقت بیسیوں آدمی آرام کرسکتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد شہر کے ایک ہوٹل میں کھانا کھایا اور وہیں رات گزار دی۔ آخرِ شب پھر آپ کی جامع میں حاضر ہو کر نوافل پڑھے اور نمازِ فجر کے بعد صبح ساڑھے چھ بجے دمشق جانے والی بس پر سوار ہو گیا۔

26 نومبر بروز ہفتہ

سڑک ساحلِ بحر کے ساتھ ساتھ جاتی ہے۔ جبلہ سے آگے دو شہر 'بنیامین' اور 'طرطوس' آتے ہیں۔ ان کے بعد تقریباً 11:00 بجے حمص پہنچی۔

3۔ حمص

حمص شام کا قدیم تاریخی اور خوبصورت شہر ہے۔ دمشق سے 300 کلو میٹر شمال کی جانب دریائے عاصی کے مشرقی کنارے واقع ہے۔ حمص کو حمص بن مہر بن جان بن مکنف نے آباد کیا تھا اور اسی کے نام سے منسوب ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حمص بن مکنف العملیقی نے بسایا تھا۔ یہ بہت بڑا تجارتی مرکز ہے۔ یہاں ریشمی اور سوتی کپڑے کے کارخانے ہیں۔ یہ شہر خلافتِ فاروقی 14ھ/635ء میں حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں فتح ہوا۔ یہیں حضرت خالد بن ولید (سیف اللہ)، ان کی زوجہ، ان کے بیٹے عبد الرحمن، عیاض بن غنم، عبید اللہ بن عمرو، سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مزارات ہیں۔

سڑک کے کنارے شہر کے باہر جامع خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے گنبد دور سے نظر آتے ہیں۔ میں نے دمشق کا ٹکٹ لیا ہوا تھا مگر عساکرِ اسلامیہ کے اس عظیم جرنیل کی سلامی کیے بغیر آگے نہ جا سکا۔ یہیں اتر پڑا اور جامع خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں پہنچا۔

جامع خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

شامی وقت کے مطابق دوپہر 1:30 بجے ظہر کی اذان ہو رہی تھی۔ باجماعت نماز ادا کی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے درِ اقدس پر حاضر ہوکر نیاز مندانہ سلام عرض کیا۔ جامع میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب ایک گوشے میں آپ کا مزارِ اقدس ہے جس پر ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے۔ مزار کے ارد گرد چاروں طرف پیتل کی خوبصورت جالی لگی ہوئی ہے۔ اس لیے ہر سمت سے آپ کی لحد مبارک نظر آتی ہے۔

اس کے اندر ایک پیتل کے کٹہرے میں مشتری رنگ کی بیل دار چادر اوڑھے آپ محوِ خواب ہیں۔ لوحِ مزار سرہانے کی طرف سے بلند اور پائنتی کی طرف سے پست ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کوئی زندہ آدمی چادر اوڑھ کر سو رہا ہے۔ آپ کی آغوش میں آپ کے فرزندِ دلبند حضرت عبدالرحمن بن خالد آرام فرما ہیں۔ آپ کے مزار کے بالمقابل بائیں گوشے میں لوہے کے جالی دار ایک کٹہرے میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا استراحت فرما ہیں۔ یہ جامع نہایت وسیع اور خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ قیمتی قالینوں کا فرش بچھا ہوا ہے۔ الوداعی سلام عرض کر کے بس پر سوار ہوگیا اور تقریباً 4 بجے سہ پہر دمشق جا پہنچا۔

4۔ دمشق

دمشق، شام کا دارالخلافہ ہے جو اہم اور قدیم ترین اسلامی شہروں میں سے ہے، جسے حضرت عمر فاروق رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں نے فتح کیا۔ یہ شہر عہدِ اُموی میں اسلامی حکومت کا دار الخلافہ بنا۔ اس شہر میں باب الصغیر قبرستان ہے جس میں اُم المؤمنین سیدہ اُم حبیبہ، حضرت ابو الدرداء انصاری اور حضرت بلال رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ کے مزارات ہیں۔ اسی طرح حضرت سیدہ زینب اور سیدہ رقیہ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا کا حرم مبارک بھی یہیں ہے۔ امام حسین عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ اور دوسرے شہدائے کربلا کا مقام رؤوس بھی یہیں ہے۔ اسی وجہ سے دمشق مسلمانوں کی نظر میں ایک مقدس اور قابل احترام شہر ہے۔ بعض منابع میں دمشق کو حضرت ابراہیم عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ کی زاد گاہ، حضرت نوح عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ کا محل سکونت، 2700 پیغمبروں کی جائے مدفن اور آخری زمانے میں حضرت عیسی عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ کا محلِ نزول بھی کہا گیا ہے۔

اس شہر کی ان اہم زیارات کے لیے سامان ایک ٹیکسی میں رکھا اور اپنے ایک سابقہ مخلص دوست سید عز الدین موزف خط الحدید (ریلوے انجینئر) جو 'العمارۃ الجوعانیۃ' میں رہتے ہیں پہنچا۔ موصوف مل کر بڑے خوش ہوئے۔ شام کا کھانا مل کر کھایا۔ پھر

اپنے ہمراہ شیخ محی الدین خادم السیدہ رقیہ بنت الحسین رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا کے پاس لے گئے۔ شیخ موصوف سے میری ملاقات مارچ 1965ء میں مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر ہوئی تھی۔ قادری سلسلہ کے بزرگ ہیں۔ اور 'العمارۃ الجوعانیۃ' کے صدر بازار میں سیدہ رقیہ بنت الحسین رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کے مزارِ اقدس کے مجاور ہیں۔ ان سے دوبارہ مل کر دل بہت خوش ہوا۔ میں گھر سے چلتے وقت انہی کا پتہ 'شام' میں خط و کتابت کے لیے دے آیا تھا۔ معلوم ہوا کہ تین روز قبل میرا خط پہنچ چکا ہے۔ پڑھ کر پتہ چلا کہ میرے آنے کے بعد مؤرخہ 14 نومبر 1966ء بروز پیر میرے عم مکرم میاں اللہ بخش صاحب کا انتقال ہوگیا تھا۔ مرحوم درویش صفت آدمی تھے۔ تقریباً 100 سال کی عمر پائی تمام زندگی طلبِ حق میں گزار دی اور ہمیشہ مجرد رہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون۔) اللہ پاک بہ طفیل نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ نمازِ مغرب سیدہ رقیہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کی مسجد میں ادا کی۔ شیخ موصوف اسی مسجد کی امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ سیدہ رقیہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حضرت امام حسین عَلَيْهِ السَّلَامُ کی کم سِن صاحبزادی سانحہ کربلا سے بیمار ہی واپس لوٹی تھیں۔ چنانچہ دمشق میں آپ کا انتقال ہوگیا اور 'العمارۃ الجوعانیۃ' میں آپ کا مزار زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ مشہور ہے کہ اہلِ بیت کا لٹا ہوا قافلہ یہیں قید تنہائی میں رکھا گیا۔ اس لیے اس مقام کو 'العمارۃ الجوعانیۃ' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چاندی کی خوبصورت ضریح ہے جس کے سرہانے شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی یہ رباعی آویزاں ہے:

رَأَيْتُ وِلَائِي لِآلِ طٰهٰ فَرِيْضَةً
عَلَى رَغْمِ أَهْلِ الْبُعْدِ يُوْرِثُنِي الْقُرْبَى
فَهَلْ طَلَبَ الْمَبْعُوْثُ أَجْرًا عَلَى الْهُدَى
تَبْلِيْغِهِ إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

> میں نے آلِ طٰہٰ (آلِ رسول) عَلَیۡہِ وَعَلٰٓی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی غلامی کو فرض سمجھا ہے، جو باوجود دوری کے مجھے قرب بخشتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی تبلیغ اور ہدایت بخشنے پر قرابت داروں کی محبت کے سوا کوئی اور اجر طلب نہیں کیا۔

یہاں اکثر عورتیں حاضری کے وقت موم بتیاں جلاتی ہیں۔ آج شعبان المعظم کی پندرھویں رات تھی۔ نماز عشاء دمشق کی عظیم مسجد 'جامع امویہ' میں ادا کی۔

(1) جامع اُمویہ

جامع اُموی دمشق میں واقع دنیائے اسلام کی قدیم ترین مساجد میں سے ایک ہے۔ یہ وہ شاہی مسجد ہے جس کی تعمیر اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ یہ بنو امیہ کی عظمت کی یادگار ہے۔ نہایت فراخ اور شہرہ آفاق دیواریں دیدہ زیب نقش و نگار سے مزین ہیں۔ مسجد کے اندرونی حصہ میں قبلہ کی جانب چار محراب ہیں۔ پہلے محراب میں شافعی امام سب سے پہلے جماعت کراتا ہے۔ دوسرا محراب سب سے بڑا ہے جس کے ساتھ منبر بھی بنا ہوا ہے، یہ احناف کے لیے مخصوص ہے۔ تیسرا محراب مالکیہ اور چوتھا حنابلہ کے لیے ہے۔ شب برات کی تقریب میں لوگ تمام شب جامع مذکور میں نوافل، ذکر اور تلاوت میں مشغول رہے۔ مسجد بجلی کے قمقموں سے دلہن بنی ہوئی تھی۔ اس مسجد میں چند ایک تاریخی اہمیت کے مقدس مقامات ہیں۔ جن کا اجمالاً یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(2) مقبرۂ حضرت یحییٰ عَلَیۡہِ السَّلَامُ

وسط جامع میں سنگ مرمر کا خوبصورت مزار ہے۔ جس پر چھوٹا سا سبز رنگ کا گنبد بنا ہوا ہے۔ ہر چہار طرف سے پھول دار جالی سے مزین ہے۔ اہلِ شام پانچوں وقت نماز کے بعد آپ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہو کر سلام و فاتحہ عرض کرتے ہیں۔

(3) مقامِ خضر عَلَيۡهِ السَّلَامُ

محراب حنفیہ کے بائیں طرف دیوار پر سنہری حروف میں حضرت عمر بن عبد العزیز (اُموی خلیفہ) کے حکم سے 'مقامِ خضر عَلَيۡهِ السَّلَامُ' کے الفاظ کندہ ہیں۔ یہاں اکثر حضرت خضر عَلَيۡهِ السَّلَامُ نماز پڑھتے ہوئے نظر آئے ہیں۔

(4) مقامِ راس امام حسین عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اسی جامع کی ایک سمت میں شہید کربلاء امام حسین عَلَيۡهِ السَّلَامُ کا سر انور ایک صندوق میں مدفون ہے۔ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی سنگ مرمر کی خوبصورت مسجد ہے جو 'مسجد زین العابدین' کہلاتی ہے۔ اس جگہ کو امام زین العابدین عَلَيۡهِ السَّلَامُ کے ایام اسیری میں عبادت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ بعض مؤرخین کے نزدیک 'عہد فاطمیون مصر' میں شام سے امام حسین عَلَيۡهِ السَّلَامُ کے سر انور کا صندوق مصر منتقل کیا گیا تھا۔ چنانچہ قاہرہ میں اب بھی راسِ امام حسین پر شاندار عمارت تعمیر شدہ ہے جو زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

(5) مشرقی مینار

جامع کی جانبِ مشرق دو بلند و بالا مینار ہیں جن میں سے ایک مینار کے متعلق ارشادِ نبوی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ ہے کہ یہاں سے عیسیٰ عَلَيۡهِ السَّلَامُ نزول فرمائیں گے۔ خادم جامع نے ایک مینار کا دروازہ کھولا، 132 سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچنا پڑتا ہے جن میں سے 104 سیڑھیاں بہت فراخ ہیں اور اوپر والی 28 سیڑھیاں ذرا تنگ ہیں۔ منارہ پر پہنچنے کے بعد دمشق کی طرف نظر کی۔ یہی وہ شہر ہے جسے عرب 'عروس البلاد' کہتے ہیں۔ تین سمت پہاڑی سلسلے نظر آتے ہیں اور مشرق کی جانب صحرا ہے۔ بنو امیہ کے قدیم دار الخلافے کا منظر عجیب، دلکش اور فرحت انگیز نظر آتا ہے۔ صحن جامع میں کئی مقامات پر گنبد بنے ہوئے ہیں، جہاں مختلف اوقات میں صحابہ و تابعین اور بڑے بڑے

اولیاء کرام معتکف رہے ہیں۔ جامع اُموی نقش و نگار اور فنِ تعمیر کے لحاظ سے رومی صنعت کا نادرِ روزگار نمونہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اپنے دور میں یہ مسجد روئے زمین کی مساجد میں سب سے بڑی تھی اور بلحاظِ کاریگری سب مساجد سے صناعت، بداعت، بہجت اور کمال کے لحاظ سے فائق رہی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر ولید بن عبد الملک بن مروان نے کروائی اور روم کے بادشاہ کے نام ایک خط بھیجا کہ جس میں فن معماری کے اعلٰی ماہرین کو اپنے ہاں بھیجنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس مسجد کی تعمیر کے لیے 12 ہزار معمار روم سے روانہ کیے گئے تھے۔

اس مسجد میں متعدد فقہی مسلک رکھنے والے ائمہ کا تقرر بھی کیا جاتا ہے۔ اس مسجد کے ائمہ کی تعداد 13 ہے۔ اس مسجد میں فنون مختلفہ کے درس و تدریس کے بہت سے حلقات منعقد ہوتے ہیں۔ محدثین کی کتب کو بلند جگہوں پر بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے اور قرآن مجید پڑھنے والے نہایت ہی پر سوز انداز میں تلاوت کرتے ہیں۔ یہاں صرف قرآن پڑھنے والوں کی کئی جماعتیں موجود ہوتی ہیں اور ہر استاد اپنی جماعت کے سامنے ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتا ہے۔ جو استاد لکھائی سکھانے والا ہوتا وہ کتابوں سے اشعار لکھ کر بچوں کو لکھائی کی مشق کرواتا تھا۔

ابدال کی زیارت

مقامِ خضر عَلَیۡہِ السَّلَامُ پر کھڑے ہوکر یہ بابرکت رات میں نے نوافل میں گزاری اور آخرِ شب بارگاہِ ایزدی میں صرف ایک دعا کی کہ اے مالکِ کون و مکان! تیرے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ شام میں ہمیشہ 40 ابدال رہیں گے۔ تیرے فضل و کرم نے جہاں مجھے اس سر زمین تک پہنچایا ہے وہاں اپنے ان مقبول ابدالوں کی جماعت کے کسی ایک فرد کی زیارت بھی عطا فرما، اور اس طرح کہ مجھ سے وہ ہم کلام بھی ہو اور میں اسے پہچان بھی سکوں۔ اسی دوران جامع کے بلند میناروں سے دلفریب عربی لہجے میں اذان کی صدا بلند ہوئی۔ حنفی امام تشریف لائے اور نمازِ فجر با جماعت ادا

کی۔ امام نے وجد آفریں انداز میں قراءت کی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ مسجد کی ہر شے لذتِ قراءت سے مسحور ہے۔ نماز سے فارغ ہوکر میں حضرت یحییٰ عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کے مزارِ اقدس پر سلام و فاتحہ کے لیے حاضر ہوا کہ اچانک ایک خوبرو سیاہ ریش عربی نوجوان نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، مجھے سلام کیا اور اس کے بعد یوں گویا ہوا:

دُكْتُوْرُ فَرِيْدُ الدِّيْنِ، تَعْرِفُنِي؟

(ڈاکٹر فرید الدین! کیا آپ نے مجھے پہچانا ہے؟)

میں نے جواب دیا:

مَا أَعْرِفُكَ يَا شَيْخُ.

(اے شیخ! میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔)

پھر اس نے کہا:

أَنَا دُعَاؤُكَ، وَأَنَا مِنْ أَبْدَالِ الشَّامِ.

(میں آپ کی دعا ہوں اور میں شام کے ابدالوں میں سے ہوں)۔

میں نے ان کا وطن دریافت کیا۔ وہ فرمانے لگے: میرا نام عبدالعزیز ہے اور میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ عرصہ تین سال سے شام میں متعین ہوں۔ میں آپ سے مسجد نبوی میں دوبارہ ملوں گا۔ اب آپ میرا تعاقب نہ کریں۔ پھر وہ السلام علیکم کہہ کر تشریف لے گئے۔ میں اپنی دعا کے اس قدر جلد قبول ہونے پر حیران تھا۔ اپنی بے بضاعتی اور اس کی شان کریمی پر نثار ہو رہا تھا۔ کچھ دیر اسی محویت کے عالم میں وہیں کھڑا رہا۔ اچانک میرے معزز میزبان سید عز الدین صاحب نے مجھے پکارا اور میں ان کے ہمراہ مکان پر چلا گیا۔

یہاں یہ اَمر قابلِ ذکر ہے کہ بعد ازاں میں یہ روحانی سفر مکمل کرکے مدینہ منورہ

حاضر ہوا۔ رمضان المبارک تھا اور میں تراویح کے لیے مسجد نبوی میں حاضر تھا۔ جب آخری وقت میں وتر ادا کرکے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پچھلی صف میں وہ اَبدال پھر ملاقات کے لیے کھڑے تھے۔ انہوں نے سلام کیا اور ان سے کچھ دیر ملاقات رہی۔ کہا کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ یوں ان سے دوسری بار بھی ملاقات ہوگئی۔

اِسی طرح ایک اور واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ ایک روز میں مدینہ طیبہ میں امام حسن مجتبیٰ عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کی رہائش گاہ پر بنی لائبریری میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں ایک بزرگ تشریف لائے۔ انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: فرید الدین! میں آپ سے ملنے آیا ہوں۔ میں نے ان کا تعارف پوچھا تو فرمایا: میری ڈیوٹی ’قطب‘ کی ہے۔ پھر اُن کے ساتھ دیر تک ملاقات رہی، بات چیت ہوتی رہی اور حجابات اُٹھا دیے گئے۔

27 نومبر بروز اتوار

(6) سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

جامع اُموی کے شمالی دروازے کے باہر اس مرد غازی کا مزار ہے جس نے صلیبی جنگوں میں عیسائیوں کی مشترکہ طاقت کو ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دیا اور بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضہ سے آزاد کرایا۔ خوبصورت سنگ مرمر کے مقبرے میں دو مزار ہیں: پہلا سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اور دوسرا ان کے وزیر عماد الدینؒ کا ہے۔ سلطان کے سرہانے سبز رنگ کی بہت بڑی دستار رکھی ہوئی ہے اور اندر کمرے میں سلطان کی بہت بڑے سائز کی تصویر بھی آویزاں ہے۔ مزار کے سامنے چھوٹا سا خوبصورت باغیچہ ہے۔

(7) سلطان نور الدین زنگی شہیدؒ

جامع الاموی کے قریب ہی 'سوق الخیاطین' میں آپ کا مدرسہ 'نوریہ الکبریٰ' ہے جسے سلطان مذکور نے 567ھ میں تعمیر کرایا تھا اور اب تک علوم عربیہ کے لیے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی کے ایک گوشہ میں آپؒ آرام فرما ہیں۔ یہی وہ خوش نصیب سلطان ہے جو حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ کے ارشادِ گرامی کے مطابق شام سے ناقۂ شاہی پر سوار ہوکر شب و روز مسافتیں طے کر کے مدینہ طیبہ پہنچا اور ان نصرانیوں کو قتل کرایا جو سرکار دو عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ کے روضۂ اقدس میں سرنگ لگا رہے تھے۔ اس کے بعد روضۂ مقدس کے اردگرد پانی کی تہہ تک بنیادیں کھدوا کر سکہ پگھلا کر بھروا دیا اور ایک نئی چار دیواری تعمیر کروائی۔ نہایت متقی و پرہیزگار درویش صفت سلطان تھا۔ احکامِ اسلامیہ کے اجراء اور عدل و انصاف کی بنا پر ان کی ہستی شہرۂ آفاق ہے۔ سلطان کے پاس تبرکاً حضور عَلَيْهِ السَّلَامُ کا موئے مبارک تھا جسے جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ وقتِ آخر وصیت فرمائی کہ یہ موئے مبارک میرے لبوں کے درمیان رکھ

دینا۔ آپؒ کے مزار کے سامنے یہ اشعار کندہ ہیں:

هَذَا ضَرِيْحٌ لِشَهِيْدِ السَّامِي
لِدِّيْنِ نُوْرٌ نَاصِرُ الْإِسْلَامِي
مَا تَابَ عَبْدٌ وَاقِفٌ فِي بَابِهِ
إِلَّا وَنَالَ الْفَوْزَ بِالْإِكْرَامِ
قَدْ جَدَّ فِي تَجْدِيْدِهِ بَحْرُ النِّدَاءِ
صَدْرُ الشَّرِيْعَةِ عُمْدَةُ الْحُكَّامِ
حَاوِي الْمَفَاخِرِ وَالْفَضَائِلِ سَيِّدٌ
فَرْدُ الزَّمَانِ مُفَتِّشُ الْأَحْكَامِ
الْمُصْطَفَى الْمَشْهُوْرُ خَيْرُ اللهِ مَنْ
بِالْحَقِّ ارَّخْنَاهُ قَاضِي الشَّامِ

یہ بلند پایا شہید کا مزار ہے، جو دین کے لیے نور، اور اسلام کے مددگار ہیں، جب بھی کسی بندے نے آپ کے دروازے پہ کھڑے ہو کر توبہ کی تو اس نے عزت کے ساتھ کامیابی پائی۔ انہوں نے اپنی تجدید میں سخاوت کے سمندر بہائے، جو صدر شریعت اور بہترین حاکم ہیں، ایسے سردار جو مفاخر اور فضائل کو گھیرے ہوئے ہیں اور یکتائے روزگار جو احکام کی تلاش کرنے والے ہیں، چنیدہ ہیں، مشہور ہیں، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں، جو حق کے ساتھ واصل ہیں اور قاضیِ شام ہیں۔

(8) مقبرہ باب الصغیر

دمشق کے باب الصغیر کے قریب ایک بہت وسیع قبرستان ہے یہ کئی حصوں میں منقسم ہے۔ ہر حصہ کے گرد دیواریں پختہ اور اندر جانے کا دروازہ ہے۔ ان حصوں کے درمیان پختہ سڑکیں بنی ہوئی ہیں۔ اس مقبرہ میں بہت سے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ، اہلِ بیتِ عظام عَلَیْہِمُ السَّلَامُ، اولیاء وقت اور بڑے بڑے علماء و محدثین کے مزارات ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل حضرات خاصی شہرت کے مالک ہیں اور الگ الگ قبروں میں مدفون ہیں۔

1۔ سیدنا اوس بن اوس ثقفی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

2۔ سیدنا بلال حبشی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ -موذن رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ (مقامِ حضرت عبد اللہ بن جعفر الطیار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بھی حضر ت بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے پہلو میں اسی حجرہ میں ہے۔ یہ آپ کا مزار نہیں بلکہ قیام گاہ ہے۔)

3۔ سیدنا ابو الدرداء انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

4۔ سیدنا عبد اللہ ابن مکتوم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

5۔ سیدنا سہل بن حنظلہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (غسیل ملائکہ)

6۔ سیدنا سہل بن ربیع انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

7۔ سیدنا ورقہ ابن اسقع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

اہلِ بیت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ

1۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا

2۔ ام المومنین حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا

3۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا

4۔ سیدہ سکینہ بنت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا

5۔ سیدہ فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

6۔ سیدہ خدیجہ بنت امام زین العابدین رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

7۔ سیدہ ام کلثوم بنت علی رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

8۔ سیدہ ام الحسن بنت جعفر بن امام حسن رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

9۔ سیدہ فضہ -جاریہ سیدۂ عالم رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

10۔ سیدہ حمیدہ بنت مسلم بن عقیل رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

11۔ سیدہ اسماء بنت عمیس رَضِيَ اللهُ عَنْهَا (زوجہ حضرت جعفر الطیار)

12۔ سیدہ میمونہ بنت امام حسن عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

(سیدہ حمیدہ، سیدہ اسماء اور سیدہ میمونہ کے مزارات نیچے تہہ خانے میں ایک ہی حجرہ کے اندر موجود ہیں)۔

13۔ سید عبد اللہ بن امام جعفر الصادق عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

تابعین و تبع تابعین

1۔ حضرت کعب الاحبار حمیری رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

2۔ سیدنا عبد اللہ بن امام زین العابدین رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

3۔ سیدنا عبد اللہ بن جعفر طیار رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

4۔ سیدنا ابان ابن عثمان غنی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

5۔ سیدنا محمد بن عمر بن حضرت علی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

6۔ سیدنا سلمان بن علی بن عبد اللہ بن عباس رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

ان کے علاوہ ایک عالی شان قبر میں 16 شہداء کربلا کے سر مبارک مدفون ہیں جو کہ عبد اللہ بن زیاد نے یزید لعین کے پاس بھیجے تھے۔

باہر دروازہ پر درج ذیل کتبہ اور مشہور شاعر فرزدق کی رباعی مرقوم ہے:

کتبہ

هَذَا مَقَامُ رُؤُوْسِ الشُّهَدَاءِ السِّتَّةَ عَشَرَ رَءْسًا اسْتَشْهَدُوْا يَوْمَ طَفِّ كَرْبَلَاءَ مَعَ الْإِمَامِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

یہ وہ مقام ہے جہاں سولہ شہداء کرام کے سر اقدس مدفون ہیں جنہوں نے حسین بن علی عَلَيْهِمَا السَّلَامُ کے ساتھ کربلا میں شہادت پائی۔

رباعی

وَفِتْيَةٌ مِنْ بَنِي عَدْنَانَ مَا نَظَرَتْ
عَيْنُ الْغَزَالَةِ أَعْلَى مِنْهُمْ حَسَبَا
مِنْ كُلِّ جِسْمٍ بِوَجْهِ الْأَرْضِ مُنْطَرِحٍ
وَكُلُّ رَأْسٍ بِرَأْسِ الرُّمْحِ قَدْ نُصِبَا

یہ بنو عدنان کے نوجوان ہیں۔ ہرن کی آنکھ نے ان سے بہتر حسب و نسب کے حامل شخص نہیں دیکھے، جن کا تمام جسم زمین پر گرا ہوا ہے اور تمام سر نیزوں پر نصب ہیں۔

مذکورہ بالا 16 شہداء کے اسماء مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ سیدنا عباس بن علی رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ

2۔ سیدنا علی اکبر بن امام حسین رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ

3۔ سیدنا قاسم بن امام حسین رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ

4۔ سیدنا حبیب بن مظاہر رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ

5۔ سیدنا عمر بن علی رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ

6۔ سیدنا عبد اللہ بن علی رضی اللہ عنہ

7۔ سیدنا محمد بن علی رضی اللہ عنہ

8۔ سیدنا عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ

9۔ سیدنا محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ

10۔ سیدنا عبد اللہ بن عقیل رضی اللہ عنہ

11۔ سیدنا حسین بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

12۔ سیدنا علی بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

13۔ سیدنا عثمان بن علی رضی اللہ عنہ

14۔ سیدنا جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ

15۔ سیدنا جعفر بن علی رضی اللہ عنہ

16۔ سیدنا ابو بکر بن علی رضی اللہ عنہ

(9) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اِسی قبرستان کی ایک طرف ایک کچے کمرے میں حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی آخری آرام گاہ ہے۔ علاوہ ازیں درج ذیل علماء و محدثین اور اولیاء کرام بھی اسی مقبرہ میں مدفون ہیں:

1۔ الشیخ الفقیہ ابو الفتح نصر بن ابراہیم النابلسیؒ

2۔ الشیخ العارف عمر بن محفوظ القرشی الشافعیؒ

3۔ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد حلبیؒ

4۔ ابو القاسم علی بن حسن ابن عساکرؒ

5۔ حسین بن محمدؒ مصنف تفسیر حسینی

6۔ شیخ حماد و باسؒ

7۔ علامہ زین الدین ابن رجبؒ

8۔ علامہ شمس الدین احمد ذھبیؒ

9۔ امام حمویؒ

ان کے علاوہ بڑے بڑے مشاہیر یہاں آسودہ خواب ہیں جن کے نام معلوم نہیں۔

(10) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

سوق مدحت پاشا میں داخل ہوں تو چند قدم پر دائیں جانب جامع معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے۔ اس کے ایک کمرے میں حضرت کا مزارِ اقدس ہے۔ مزار کے اوپر ایک تسبیح جس کے دانے چھوٹے اخروٹ کے برابر اور ہزار دانوں پر مشتمل ہے لپٹی ہوئی ہے۔

(11) سید القراء اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

اسی سوق مدحت پاشا میں مشرق کی طرف چلے جائیں تو بازار کے اختتام پر 'باب الشرقی' آجاتا ہے۔ اس دروازہ کے باہر دائیں جانب سڑک پار تھوڑے سے فاصلہ پر دو گنبد نظر آتے ہیں۔ یہی 'جامع اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ' کہلاتی ہے۔ اسی کے ایک گنبد کے سایہ میں حافظ قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے محبوب قاری و مفسر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ آرام فرما ہیں۔

(12) سیدنا شرجیل بن عبد اللہ بن مطاع الکندی رضی اللہ عنہ، سیدہ خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا

باب تومہ کے باہر دائیں طرف سڑک کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹی سی پختہ نہر جاری ہے۔ اس سڑک اور نہر کی دائیں طرف 'باب تومہ' سے چند قدموں کے فاصلہ پر ایک خوبصورت باغیچہ میں سنگ مرمر کے چبوترہ پر دو خوبصورت مزار نظر آتے ہیں۔

یہی دونوں مزار مذکورہ بالا صحابی اور صحابیہ کے ہیں۔ لوحِ مزار پر کتبے لگے ہیں۔ سیدہ خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا سیدنا ضرار بن ازور الکندی رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ انہیں مشہور عیسائی جرنیل 'تومہ' نے غزوۂ شام میں گرفتار کرلیا تھا۔ یہی وہ مجاہدہ ہیں جو گھوڑے پر سوار ہوکر تلوار ہاتھ میں لے کر 'ہرقل روم' کے عیسائی لشکر میں گھس گئیں اور 'تومہ' کو قتل کر کے اپنے بھائی کو چھڑا کر ہمراہ لائیں۔

نوٹ: 1965ء کے سفر میں اس چبوترے پر صرف دو مزارات تھے مگر نومبر 66ء میں جب دوسری بار میں دمشق آیا تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک سنگ مرمر کا تیسرا مزار نظر آیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سیدنا ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو جو 'باب شرقی' کے باہر مدفون تھے نکال کر یہاں منتقل کیا گیا ہے۔ اور اہلِ دمشق میں مشہور تھا کہ آپ کا جسم مبارک صحیح سلامت اور محفوظ تھا۔

(13) سیدنا عثمان ثقفی رضی اللہ عنہ

مذکورہ بالا مزارات کے بالمقابل سڑک کے ایک طرف کچی نہر کے کنارے آپ کی جامع اور مینار نظر آتا ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں اور غزوہ شام میں شہید ہوئے تھے۔

(14) شیخ ارسلان بن نجم یعقوب دمشقیؒ

آپ شام کے جلیل القدر ولی اللہ ہیں۔ اہلِ شام میں آپؒ کی کرامات اور مزار کی برکات اظہر من الشمس ہیں۔ 'باب تومہ' کے باہر سڑک کے سامنے ذرا فاصلے سے دیکھیں تو دو سڑکوں کے مقامِ اتصال پر آپؒ کا چھوٹا سا سبز گنبد نظر آتا ہے۔ ساتھ ہی آپ کے تبرکات بھی موجود ہیں۔ آپ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ہم عصر مشائخ میں سے ہیں۔

(15) سیدہ زینب بنت علی عَلَیۡہِمَا ٱلسَّلَامُ

'باب الشابیہ' دمشق سے ہر وقت بسیں چلتی ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس مقام کا نام 'غوطہ' تھا اور شام کا مشہور صحت افزا مقام تھا۔ اب اسے 'ستہ زینب' سے موسوم کرتے ہیں۔ 'باب الشابیہ' سے 11 کلومیٹر دور پختہ سڑک کے کنارے واقع ہے۔ آپ وہی باعظمت صبر و تحمل کی پیکر خاتون ہیں جنہوں نے کربلاء کے خونی میدان میں حضرت امام حسین عَلَیۡہِ ٱلسَّلَامُ کا ساتھ دیا اور کڑے مصائب و مظالم سہنے کے باوجود صبر کا دامن نہ چھوڑا۔ آپ ایک بہت فراخ اور خوبصورت بارہ دری کے اندر نقرئی ضریح میں آرام فرما ہیں۔ اب محکمہ اوقاف نے آپ کے مزار پر خوبصورت سبز گنبد تعمیر کرا دیا ہے۔ مغرب کی نماز یہیں ادا کی اور بس پر سوار ہوکر 'العمارۃ الجوعانیۃ' اپنے میزبان کے ہاں پہنچا۔

28 نومبر بروز پیر

مورخہ 28 نومبر 1966ء بروز پیر نمازِ فجر 'جامع الاموی' میں با جماعت ادا کی اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ شوقِ زیارت کشاں کشاں سیدنا ابوہریرہ رَضِيَ ٱللَّٰهُ عَنْهُ کی بارگاہ میں لے گیا۔

(16) سیدنا ابوہریرہ رَضِيَ ٱللَّٰهُ عَنْهُ

'سوق الحمیدیہ' دمشق کا ایک مسقف بازار ہے جس میں کچھ دور جا کر بائیں جانب 'جامع ابوہریرہ رَضِيَ ٱللَّٰهُ عَنْهُ' ہے۔ اسی کے ایک گوشہ میں مشہور راویِ حدیث جو کہ اصحاب صفہ میں سے تھے، آسودۂ خواب ہیں۔ سلام اور فاتحہ کے بعد اومنی بس پر سوار ہو کر 'میدان الشیخ' میں پہنچا۔

(17) شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ

'میدان الشیخ' جبل قاسیون کے دامن میں دور تک پھیلی ہوئی آبادی کا نام ہے۔ یہیں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کا عالیشان مزار مبارک اور جامع مسجد ہے۔ آپؒ کی ہستی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپؒ کی تصنیفات 'الفتوحات المکیۃ' اور 'فصوص الحکم' دنیائے تصوف میں بلند مقام حاصل کر چکی ہیں کہ ان کے مصنف کا نام رہتی دنیا تک زندہ و جاوید رہے گا۔ صحنِ جامع میں نیچے سیڑھیاں اتر کر آپؒ کا مزار آتا ہے۔ آپؒ کی جانبِ پشت آپ کے دو صاحبزادوں شیخ عماد الدینؒ اور شیخ سعد الدینؒ کے مزارات ہیں۔ آپ کے قدموں کی طرف امیر عبد القادر الجزائریؒ اور شیخ محمد امین دمیاطیؒ کے مزارات ہیں۔ یہیں شیخ فخر الدین عراقیؒ جو فارسی کے مشہور شاعر ہیں اور حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانیؒ کے داماد ہیں، یہیں محوِ خواب ہیں۔ یہاں پہنچ کر تحیۃ المسجد کے نوافل ادا کیے اور کافی دیر حضرت سیدنا غوث الاعظم جیلانیؒ کے اس روحانی فرزند کے مزار پُر انوار کے سامنے مراقب رہا۔

(18) شیخ سید عبد الغنی نابلسیؒ

یہاں سے تھوڑی دور 'جامع سید عبد الغنی نابلسی' ہے جس کے ایک گوشے میں آپؒ کا مزار ہے۔ آپ شیخ اکبرؒ کے تلمیذ ارشد اور خلیفۂ اعظم ہیں۔ شیخ اکبرؒ کی کتاب 'فصوص الحکم' کی ایک بسیط شرح بھی آپ نے لکھی ہے۔

(19) بابا محمد ایوب کردیؒ (مقام الاکراد الایّوبیہ)

اسی جبلِ قاسیون کے دامن میں ایک محلہ 'الاکراد الایّوبیہ' کے نام سے موسوم ہے۔ یہیں ایک باغیچہ میں کمرے کے اندر 'شیخ محمد ایوب کردیؒ' کا مزار ہے۔ آپؒ اجل کاملین سے تھے اور صلیبی جنگوں میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی زیرِ قیادت جہاد کیا اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔ یہ مقام 'جامع شیخ اکبرؒ' کے بالکل قریب ہے۔ آپ کے ساتھ ہی آپ کے چھوٹے بھائی شیخ صالح ایوبؒ کا مزار ہے۔ دو بھائی اشراف سادات ایوبیہ سے ہیں۔ آپ کا دایاں پاؤں ٹخنے تک عریاں ہے اور مزار میں صحیح و سالم نظر آتا ہے۔

اہلِ شام بیان کرتے ہیں کہ جب شام ترکوں کے قبضہ میں تھا تو ایک آفندی مدحت پاشا شام کا گورنر مقرر ہوکر آیا۔ چند دنوں کے بعد گورنر شام نے اکابرینِ سلطنت کے ہمراہ دمشق کی زیارات کا قصد کیا۔ کئی مقامات کی زیارت کے بعد جب بابا کردیؒ کے مزار پر حاضر ہوکر پائنتی کی طرف کھڑا تھا۔ کہنے لگا کہ کرد تو ڈاکو اور چور ہوتے ہیں، انہیں کس نے ولی بنا دیا۔ یہ گستاخانہ کلمہ کہنے کی دیر تھی کہ مزار سے دایاں قدم باہر نکلا اور گورنر کے ایسے لگا کہ وہیں جان نکل گئی۔ اس کے بعد اہلِ سلطنت نے پاؤں کو مزار کے اندر ڈھانکنے کی کئی بار کوشش کی مگر پاؤں باہر ہی رہا۔ بالآخر پاؤں کو ٹخنے تک ننگا رکھ کر پنڈلی کو روئی سے ڈھانک دیا گیا اور اس کے اوپر نشان مزار بنا دیا گیا۔ مزار اندر سے خالی ہے اور سرہانے کی طرف سے کھلا۔ درونِ مزار بجلی کا بلب لگا ہوا ہے جس کے روشن کرنے سے ایک زندہ انسان کا پاؤں صاف نظر آتا ہے اور آج تک یہ شیخ کرد کی کرامت بطور تازیانہ عبرت موجود ہے۔ فاعتبروا یا اولی الأبصار۔

(20) مقامِ اربعین یا مغارۃ الدم

یہیں 'الاکراد الایّوبیہ' سے 'جبل قاسیون' کی چڑھائی شروع ہوجاتی ہے۔ اس پہاڑ کی کافی بلندی پر ایک وسیع و عریض غار ہے جہاں چالیس انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَامُ نے مدتوں یادِ الٰہی میں مشغول رہ کر داعیِ اجل کو لبیک کہا اوریہیں مدفون ہوئے۔ اسی غار کے اندر عبادت گاہوں کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ درونِ غار دائیں جانب حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ السَّلَامُ اور بائیں جانب حضرت ہود عَلَیۡہِ السَّلَامُ کے مصلے ہیں۔ اہلِ شام اور مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یہ غار قبولیتِ دعا کے لیے مجرب ہے۔ اسی غار کے اندر ایک سمت ایک اور گوشۂ تنہائی ہے جسے باہر کی طرف چند سو ہاتھ سے دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ مقام 40 ابدالوں کا بیان کرتے ہیں۔ کہتے کہ ہر جمعرات اور پیر کی رات کو شام کے جملہ 40 ابدال یہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ میں یہاں کافی دیر بیٹھا رہا۔ واقعی عجب پرسکون مقام ہے۔ اسی غار کے اندر ایک طرف 'مغارۃ الدم' ہے جہاں قابیل نے ہابیل کو شہید کیا تھا۔ اس مقام پر چھت سے ہر وقت سرخی مائل پانی کے قطرات ٹپکتے رہتے ہیں۔ اہلِ شام کا خیال ہے کہ 'جبلِ قاسیون' قتلِ ہابیل کے دن سے اب تک اشک ریز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ یہاں سے اتر کر اومنی بس میں سوار ہوکر شہر آیا اور وہاں سے ایک اور اومنی بس میں سوار ہوکر المزہ گیا۔

(21) المزّہ

دمشق سے تقریباً 5 کلومیٹر دور ایک مشہور تاریخی گاؤں ہے جہاں بہت سے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمۡ اور کثیر اولیاء و صلحاء کے مزارات ہیں۔

منہاج القرآن پبلیکیشنز

365–M, Model Town, Lahore—Pakistan
Ph. [+92– 42] 111– 140– 140, [+92– 42] 35165338, 35168514

Chatter Gee Road, Urdu Bazar, Lahore—Pakistan
Ph. [+92–42] 3736 0532
www.minhaj.org tehreek@minhaj.org
www.peaceprogram.net
TahirulQadri TahirulQadri

BAS-0060-1

MINHAJ-UL-QURAN PUBLICATIONS
پڑھیے! کتاب اٹھائیے
سیکھیے! ادھورا نہیں پورا علم
www.minhaj.biz
ORDER NOW
اسلامی کتابوں کی
آن لائن خریداری کا مرکز
HOME DELIVERY
خصوصی ڈسکاؤنٹ
+92 322 438 4066